(قسط نمبر ۱)

دیوی

عبدالقیوم شاد

گوراھاپور وا بھارت کے صوبہ اتر پردیش کا ایک گمنام سا گاؤں ہے دریائے جمنا کے کنارے پر واقع اس چھوٹے سے گاؤں کی آبادی زیادہ تر غریب لوگوں پر مشتمل ہے۔

دیودین کوات نامی ملاح جو ذات کا ہریجن ہے اس گاؤں کا ایک غریب اور گمنام سا باسی ہے اس کے باپ دادا ملاح تھے اور کشتی کے ذریعے مسافروں کو جمنا پار کروایا کرتے تھے لیکن جب حکومت نے دریا پر پل تعمیر کروا دیا تو ان کا یہ دھندا ختم ہو گیا دیودین کو ورثے میں دو بیگھے زمین ملی تھی اور وہ اسی زمین پر کھیتی باڑی کے علاوہ جزوقتی طور

پر ان کا کام بھی کر لیتا تھا اس کے باوجود اس کی آمدنی تیس پینتیس

روپے ماہوار سے زائد نہ تھی اس کی بیوی موا گھر کے کاموں سے

فارغ ہو کر رسی بٹتی اور چند پیسے کما لیتی کبھی کبھار وہ کھیتوں میں کام

کرنے بھی چلی جاتی ان کا گھر اینٹوں اور گارے سے بنا ہوا ہے اس

گھر سے ایک طرف دریائے جمنا کا کنارہ اور دوسری طرف وادی

چنبل کی گھاٹیاں صاف دکھائی دیتی ہیں۔

1960ء میں دیودین کی بیوی موا نے ایک لڑکی کو جنم دیا جس کا نام

رکمنی رکھا گیا دیودین کو لڑکی کی پیدائش پر تھوڑا سا افسوس ہوا کیونکہ ہر

غریب آدمی کی طرح اسے بھی بیٹے کی تمنا تھی غریب آدمی بیٹی کو بوجھ

اور بیٹے کو بڑھاپے کا سہارا سمجھتا ہے حالانکہ یہ کوئی یقینی بات نہیں دنیا

میں ایسے واقعات بھی دیکھے گئے ہیں کہ سات بیٹے وبال جان بن

گئے اور ایک بیٹی جسے بوجھ سمجھا گیا تھا بڑھاپے کا سہارا بن گئی۔

دیو دین کا خیال تھا کہ بیٹوں پر دیوتا برکت نازل کرتے ہیں اور اس برکت سے باپ کو بھی حصہ ملتا ہے بیٹے کو دیوتاؤں کی طرف سے قوت اور رحمت عطا ہوتی ہے جس سے گھر میں لکشمی آجاتی ہے۔

کچھ عرصے کے بعد مولا دوبارہ امید سے ہوئی دیو دین خوش ہوا اسے یقین تھا کہ اس دفعہ ضرور بیٹا ہوگا اس یقین کے بعد اسے رکمنی سے بھی کچھ لگاؤ پیدا ہوا اس نے سوچا کم از کم رکمنی اپنے بھائی کو سنبھال لیا کرے گی اس طرح اس کی بیوی کو سہولت ہوگی لیکن جب مولا نے دوبارہ ایک بچی کو جنم دیا تو اس کا دل ڈوب گیا شاید بھگوان بھی اس کے خلاف ہو گیا تھا اس نے اس کے کندھوں پر ایک اور بوجھ ڈال دیا تھا اسے بیٹوں کی ضرورت تھی اور بھگوان اسے بیٹیاں دیئے پر تلا ہوا تھا لڑکیاں مصیبت ہوتی ہیں پرایا دھن ہوتی ہیں انہیں پال پوس کر پرائے لوگوں کے سپرد کرنا پڑتا ہے یہی نہیں بلکہ انہیں جہیز بھی دینا پڑتا

ہے پس جب دیو دین نے اپنی دوسری بیٹی کو دیکھا تو اس کا دل اس کے خلاف ہو گیا۔

اس بچی کا نام پھولن دیوی رکھا گیا۔

دیو دین اپنی اس بیٹی کی آمد پر بیزار ہوا اور وہ معصوم بچی پہلے ہی دن اپنے باپ کی محبت سے محروم ہوئی اور یوں اسے اپنی زندگی کے پہلے روز نفرت ملی لیکن اسکا مایوس باپ نہیں جانتا تھا کہ اس کی نفرت پہلی نفرت ثابت نہیں ہوگی وقت کے ساتھ ساتھ پھولن دیوی کو.........

یعنی پھولوں کی ملکہ کو پھولوں کی بجائے نفرت کے دہکتے انگاروں میں جھونک دیا جائے گا اور بالآخر جب یہ نفرت اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی تو پھولوں کی ملکہ شعلہ جوالہ بن جائے گی اور پورا بھارت اس کی دہشت سے تھرا اٹھے گا۔

پھولن دیوی غربت نفرت اور سختی کے ماحول میں پروان چڑھنے لگی

اس پر مستزاد یہ کہ وہ چپٹی ناک اور موٹے ہونٹوں والی ایک بے کشش سی لڑکی تھی ہوش سنبھالتے ہی جب اس نے اپنے ارد گرد نفرت اور سختی دیکھی تو اس کے مزاج میں تندی اور خود سری پیدا ہو گئی اور وقت کے ساتھ اس خود سری میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

دیو دین جو پھولن دیوی کی پیدائش پر ویسے ہی ناخوش تھا، اس کی خود سری دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوا وہ اپنا سارا غصہ پھولن دیوی پر نکالتا اور موقع بے موقع اسے دھنک کے رکھ دیتا دیگر رشتے دار بھی پھولن دیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے۔

بھارت کے اس پسماندہ گاؤں میں تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا یوں بھی وہاں غریبوں میں تعلیم کا کوئی رواج نہیں ہے لڑکوں کو ہوش سنبھالتے ہی آبائی پیشہ میں لگا دیا جاتا ہے اور لڑکیوں کو گھر کے کام کرنے پڑتے ہیں پھولن کو جب گھر کے کاموں سے فرصت ملتی تو وہ گاؤں کے بچوں

کے ساتھ کھیلنے کے لئے جمنا کے کنارے پہنچ جاتی یا اس کی پسندیدہ جگہ تھی وہاں وہ دوسرے بچوں کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلتی یا تارے پیچے کو لئے ادھر ادھر دوڑتی پھرتی جب کھیل کود سے تھک جاتی تو دریا کے کنارے بیٹھ کر دوسرے بچوں کی طرح پانی میں تنکے یا پتھر پھینکتی بعض بچے مچھلیوں کا شکار بھی کرتے۔

جب پھولن دیوی پانچ سال کی ہوئی تو اس کے سپرد مشکل قسم کے کام کئے جانے لگے کبھی کبھی اسے بکریاں چرانے کے لئے گھاٹیوں کی طرف بھیج دیا جاتا اس سرسبز جگہ پر وہ بہت خوش ہوتی اور اپنی بکریوں سے خوب باتیں کرتی وہاں وہ جنگلی پودوں اور پھولوں کے درمیان خود کو واقعی پھولن دیوی محسوس کرتی۔

وقت بڑی تیزی کے ساتھ گزر جاتا ہے اور پیچھے صرف یادیں چھوڑ جاتا ہے ایک دن پھولن کی بڑی بہن کی شادی ہو گئی حالانکہ ابھی وہ

سن بلوغت کو نہیں پہنچی تھی رکمنی کے شوہر کا نام رام پال تھا اور وہ بڈھا
دانا نامی ایک قریبی گاؤں میں رہتا تھا۔

اس دوران دیو دین کے گھر دو بچوں کا مزید اضافہ ہو چکا تھا ان میں
ایک لڑکی اور ایک لڑکا تھا لڑکا چھوٹا تھا رکمنی کے جانے کے بعد پھولن
دیوی پر کام کا بوجھ بڑھ گیا بکریاں چرانے کے علاوہ وہ کنویں سے
پانی لاتی جانے کے لئے لکڑیاں چنتی اور چھوٹی بہن اور بھائی
کو سنبھالتی وہ ایک بے باک اور نڈر لڑکی تھی ہر بات منہ پر کہہ دیتی تھی
گھر کے بڑے اس کی اس عادت سے بہت پریشان تھے۔

دیو دین اپنی بیوی سے کہتا لڑکی منہ پھٹ ہوتی جاوے ہے میں تو
کہوں ہوں کہ اس کا بیاہ کر دینا چاہیے۔

پیسہ بھی تو ہووے بیاہ کے لئے۔ مولا جواب دیتی اور دیو دین سوچ
میں پڑ جاتا۔

ایک روز ایک قریبی گاؤں مُغَش پور کا رہنے والا ایک ملاح دیودین

سے ملا اس کا نام پتی لعل اور عمر چونتیس پینتیس برس کے لگ بھگ تھی

وہ دیودین کی ذات برادری سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی بیوی فوت ہو

چکی تھی۔

ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس نے کہا دیودین تمہیں تو معلوم ہی ہے

کہ میری پتنی مرچکی ہے اور میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں۔

کوئی لڑکی ہے تمہاری نجر میں۔؟ دیودین نے پوچھا پتی لعل ذرا کھسیا

کر بولا اسی لئے تو تیرے پاس آیا ہوں دیودین۔

دیودین اس کا اشارہ تو سمجھ گیا لیکن انجان بن کر بولا میرے پاس!

بھائی پتی لعل رکمنی کی تو سادی ہو چکی ہے۔

پتی لعل کان کھجاتا ہوا بولا۔ وہ تو مجھے بھی معلوم ہے میں اس سے چھوٹی

کی بات کر رہا ہوں پھولن کی۔

دیو دین نے دل میں سوچا شاید بھگوان کو یہی منظور ہے بولا پتی لعل

پھولن تو ابھی گیارہ برس کی ہے۔

تو کیا ہمیشہ گیارہ برس کی ہی رہے گی؟ پتی لعل ہنس کر بولا میں کون

سا آج ہی رخصتی مانگ رہا ہوں۔

اچھا میں اپنی گھر والی سے بات کر کے بتاؤں گا دیو دین نے جواب

دیا۔

مولا نے اس رشتہ پر کوئی خاص اعتراض نہیں کیا البتہ پتی لعل کو بلا کر کہا

ایک بات ابھی سن لے پتی لعل چھوکری جرا تیج مجاج کی ہے جو منہ

میں آوے بک دیوے ہے۔

کوئی بات نہیں ماسی۔ پتی لعل نے کہا ابھی چھوٹی ہے بڑی ہو کر سنبھل

جائے گی دیو دین بولا ایک بات اور سن لے پتی لعل

رخصتی تین سال کے بعد ہوگی۔

تین سال تو بہت زیادہ ہیں۔

تو پھر سوچ لے۔

پچی لعل نے زیادہ اصرار نہیں کیا اور دیو دین کی ساری شرطیں مان لیں اس کے بعد پھولن سے پوچھے بغیر پچی لعل سے اس کی سگائی کر دی گئی چند روز بعد ایک سادہ سی تقریب میں مقامی پنڈت نے پچی لعل اور پھولن دیوی کو باقاعدہ شادی کے بندھن میں باندھ دیا پھولن کو یہ سب کچھ ایک کھیل سا محسوس ہو رہا تھا تقریب ختم ہونے کے بعد ماں نے اسے مٹکا تھما دیا اور پانی بھرنے کے لئے کنویں پر بھیج دیا۔

اگرچہ رخصتی کے لئے تین سال کا وقت طے کیا گیا تھا لیکن پچی لعل نے تین ماہ بعد ہی اصرار کرنا شروع کر دیا دیو دین نے اسے یاد دلایا کہ رخصتی کے لئے تین سال کا عرصہ طے ہوا تھا۔

مجھے یاد ہے دیو دین۔ پچی لعل نے کہا لیکن مجھے کھانے پکانے کی بڑی

پریشانی ہے۔

یہ تو جیادتی کرتے ہے دیو دین نے کہا لیکن پتی لعل مصر رہا دیو دین نے سوچا بیٹی پرائی ہو ہی چکی ہے اب تین مہینے کیا اور تین سال کیا؟ لہٰذا اس نے پھولن کو پتی لعل کے ہمراہ رخصت کر دیا اس شادی کے عوض پتی لعل نے دیو دین کو ایک سائیکل، ایک بستر اور کچھ غلہ دیا۔

سسرال میں پہنچتے ہی پھولن دیوی نے چولہا چوکا سنبھال لیا سب کام وہی تھے جو وہ اپنے میکے میں کرتی رہی تھی لیکن ماحول اجنبی تھا بڑے چھوٹے تنقیدی نظروں سے اس کے کاموں کا جائزہ لیتے تھے اس کا شوہر پتی لعل اصولوں کا پکا اور سخت طبیعت کا مالک تھا پس سسرال میں پھولن کا دل نہیں لگا اور میکے کی یاد ستانے لگی۔

ایک روز اس نے اپنے شوہر سے میکے جانے کی اجازت طلب کی۔

چپکی بیٹھی رہ۔ پتی لعل نے غصے سے کہا اب یہی تیرا گھر ہے۔

کاٹے کو دوڑتی رہوں۔ پھولن دیوی نے کہا کیا اپنے ماتا پتا کو چھوڑ دوں

ملا دیں گے ماتا پتا سے بھی ابھی فرصت نہیں ہے۔

کب ہو گی فرصت۔

جب ہو گی تو بتا دیں گے۔

پھولن چپ ہو گئی سسرال میں اس کو کوئی ہمدرد نظر نہیں آیا سارے گھر

کے کام اسی کو کرنے پڑتے تھے کھانا پکانا، برتن دھونا، صفائی، کنوئیں

سے پانی لانا اور مویشیوں کو دیکھ بھال کرنا غرض یہ کہ کوئی ایسا کام نہیں

تھا جو اس کے ذمہ نہیں تھا اس کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر تھی۔

ایک روز وہ پانی بھر رہی تھی کہ اس نے پتی لعل کو ایک اجنبی کے ساتھ

کھڑے دیکھا اجنبی نے اس کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہنسنے لگے

پھولن کو یہ بات بری لگی لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

چند ماہ بعد اسے خبر ملی کہ اس کی ماں بیمار ہے اس نے پتی لعل سے

دوبارہ گھر جانے کی اجازت مانگی لیکن اس نے حسب سابق انکار کر دیا پھولن نے ہاتھ جوڑے منت سماجت کی مگر پتی لعل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسے تو ایک داسی مل گئی تھی جسے وہ ایک دن کی بھی چھٹی دینا پسند نہیں کرتا تھا۔

شوہر کا رویہ دیکھ کر پھولن دیوی بغاوت پر اتر آئی ایک روز گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر وہ حسب معمول مویشیوں کو چرانے کے لئے گاؤں سے باہر گئی وہاں اس نے مویشیوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور گھاٹیوں کے راستے گورا کا پوروا کے لئے روانہ ہو گئی۔

دیو دین نے جب اسے پریشان حال اپنے دروازے پر دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔

تیرا پتی کدھر ہے اس نے پوچھا۔

اپنے گھر میں ہوگا پھولن نے جواب دیا میں کیا جانوں؟ اس نے مجھے

ادھر آنے کی اجازت نہیں دی میں یونہی چلی آئی۔

ہے رام.........! دیودین گھبرا کر بولا تو گھر سے بھاگ آئی ہے اپنے پتی سے پوچھے بغیر آ گئی ہے کمبخت تیری اس حرکت سے برادری میں ناک کٹ جائے گی ہماری اس دوران گھر کے دوسرے افراد بھی وہاں جمع ہو گئے۔

یونہی کٹ جاوے ہے ناک۔ پھولن دیوی کوئی بات بھی تو ہووے اجازت نہیں دیوے تھا کیا کرتی میں؟ بس چلی آئی ماں کی کھیر گیری کرنے۔

اگر اجازت نہیں دیوے تھا تو تہ آتی دیودین غصے سے بولا کیا ہم مر گئے ہیں جو تو ماں کی کھبر گیری کرنے چلی آئی نکل جا یہاں سے واپس چلی جا۔ گاؤں والوں کو کھبر ہو گئی تو غضب ہو جاوے گا، اسلئے بیروں واپس چلی جا۔ چل میں چھوڑ آتا ہوں تجھے۔

پھولن اپنی بیمار ماں کے قریب چلی گئی بولی میں تو نہیں جانے کی واپس

بیمار موالا بولی۔ واپس چلی جا بٹی پتی کو ناراض کرنا اچھی بات نہ ہووے

ہے۔

لیکن پھولن اڑ گئی واپس جانے سے صاف انکار کر دیا اس وقت اس کی

عمر بارہ برس کی تھی اور وہ ہنوز زمانے کی مصلحتوں سے نا آشنا تھی دیودین

اس کی ضد دیکھ کر طیش میں آ گیا اور اس کی پٹائی کر ڈالی تاہم وہ واپس

جانے پر راضی نہیں ہوئی بولی۔ میں اپنی بیمار ماں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں

گی مارے جتنا جی چاہے۔

وہ تین روز تک اپنی ماں کی تیمارداری کرتی رہی تیسرے دن موالا کی

طبیعت کچھ سنبھل گئی تو پھولن نے واپس جانے کا فیصلہ کیا تب ہی اس

کا شوہر پتی لعل وہاں پہنچ گیا اس کا منہ پھولا ہوا تھا دیودین بٹی کی

طرف سے صفائی پیش کرنے لگا۔

چی لعل برا سا منہ بناتا ہوا بولا باتوں سے اجت واپس نہیں آ جائے گی

دیودین پھولن نے پوری برادری میں میری ناک کٹوا دی ہے تم نے

اس سے یہ نہیں پوچھا کہ اسے وہاں کیا کشٹ تھا اکیلی کیوں بھاگ آئی

کیا میں مر گیا تھا۔

معاف کر دے مورکھ کو۔ دیودین نے کہا ابھی ان باتوں کو نہیں سمجھتی

میں نے اسے بہت مارا ہے پھر اس نے پھولن کو پکڑ کر چی لعل کے

سامنے کھڑا کر دیا ہاتھ جوڑ کے معافی مانگ اور آئندہ ایسی حرکت نہ

کرنا۔

چی لعل نے نفی میں سر ہلایا بولا۔ اب اسے اپنے پاس ہی رکھ لے میں

اسے ساتھ لے جانے نہیں آیا اس نے میرے منہ پر پہلے ہی بہت

کالک مل دی ہے۔

دیودین، داماد کی منت سماجت کرنے لگا بولا چل غصہ تھوک دے ابھی

اس کی عمر ہی کیا ہے دھیرے دھیرے سب سیکھ جائے گی اب ہماری تمہاری اجت سا جھی ہے تو اسے نہیں لے جائے گا تو لوگ باتیں بنائیں گے اور بات بگڑ جائے گی۔

بات بگڑ چکی ہے دیودین اب اور کیا بگڑے گی پھر وہ موضوع بدلتا ہوا بولا میں نے تجھے جو سائیکل، بستر اور غلہ دیا تھا واپس بھجوا دینا۔

دیودین گھبرا کر بولا۔ پچی لعل کیا تو............ کیا تو............ لیکن پچی لعل پوری بات سنے بغیر اٹھ کر باہر نکل گیا سامان کی واپسی کا مطالبہ یہ ظاہر کرتا تھا کہ پینتیس سالہ پچی لعل اپنی بارہ سالہ بیوی کو گھر میں بسانے کا روادار نہیں تھا گو اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن اس کا رویہ یہی ظاہر کرتا تھا کہ وہ پھولن دیوی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گیا تھا کچھ عرصہ بعد اس نے ایک اور شادی کر لی۔

یہ خبر سن کر دیودین اور اس کی بیوی پریشان ہو گئے انہوں نے سوچا کہ

پھولن کی کسی دوسری جگہ پر شادی کر دینی چاہیے لیکن اس مرتبہ پھولن
چپ نہ رہ سکی اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ دوسری شادی نہیں کرے گی
تو کیا تو ساری عمر یوں ہی گجار دے گی؟ دیودین نے کہا ہاں یونہی گجار
دوں گی پھولن نے جواب دیا دو وقت کی روٹی بھی کما لوں گی بوجھ نہیں
بنوں گی تیرے اوپر موا لا اسے سمجھاتی ہوئی بولی پگلی بیاہ کے بغیر لڑکی کی
کوئی اجت نہ ہووے ہے۔

نہیں کروں گی بیاہ ایسی اجت نہیں چاہیے مجھے ایک ہی پتی لعل بہت
ہے۔

پتی لعل نے دوسری شادی کر لی ہے دیودین نے کہا اب تیرے لئے
اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

جگہ کیوں نہیں ہے وہ میرا پتی ہے اس نے مجھے طلاق نہیں دی میں اب
بھی اسکی دھرم پتنی ہوں اس کے گھر میں رہوں گی دوسری پتنی میری

جوتی پر میں کسی سے نہ ڈروں ہوں۔

ہے رام سولا بولی۔کیا تو نیش پور جائے گی۔؟

جاؤں گی...........جرور جاؤں گی۔

دیودین نے سوچا کہ اگر یہ مورکھ لڑکی واپس اپنی سسرال چلی گئی تو بہت برا ہوگا پتی لعل یا تو اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دے گا اور یا داسی بنا کر رکھ لے گا اور زندگی بھر کی ذلت اس کی جھولی میں ڈال دے گا لڑکی اس کے لئے مسئلہ بنتی جارہی تھی لہٰذا اس نے برادری کے بڑوں سے مشورہ مانگا چند روز کے اندر بڑوں نے پنچایت بٹھائی اور پھولن دیوی کے معاملے پر غور کیا گیا دیودین نے یہ بات واضح کردی تھی کہ وہ پھولن دیوی کو پتی لعل کے گھر نہیں بھجوائے گا اور یہ بھی کہا کہ لڑکی اس کے قابو میں نہیں رہی ہے وہ اس کی بات نہیں مانتی بہت سوچ بچار کے بعد پنچایت نے فیصلہ کیا کہ پھولن دیوی کو دیودین کے

بڑے بھائی گوردیال کو ات کے گھر بھجوادیا جائے۔

پھولن کو یہ فیصلہ پسند نہیں آیا کیونکہ وہ اپنے تایا کے بیٹے مایا دین کو پسند نہیں کرتی تھی مایا دین اس سے نفرت کرتا تھا اور ہر وقت اسے نشانہ تضحیک بنائے رکھتا تھا۔

میں تایا کے گھر میں نہیں رہوں گی پھولن نے اپنے باپ سے کہا میری اور مایا دین کی بالکل نہیں بنتی وہ میرے کو جاہل اور گنوار کہوے ہے ہر وقت طعنے دیوے ہے۔

تو بھی تو اس کی اجت نہ کرے ہے دیودین نے کہا وہ تیرے سے بڑا ہے اس کے ساتھ ادب سے بات کیا کر میں اسے بھی سمجھا دوں گا۔

اجت کرے ہے میری جوتی۔ میں کیوں اس کی اجت کروں بڑا ہوگا اپنے گھر میں اگر جوتیاں ہی کھانی ہیں تو پچا لعل کی جوتیاں کیوں نہ کھاؤں۔

تو اپنی بھی ناک کٹوائے گی اور میری بھی۔ دیو دین نے کہا بھلی مانس یہ پنچایت کا فیصلہ ہے کہ اب تو اپنے تایا کے گھر میں رہے گی۔

بہر حال پھولن دیوی کو اس کی مرضی کے خلاف اس کے تایا کے گھر بھجوا دیا گیا ہے اگرچہ مایا دین نے پھولن دیوی کی آمد کو پسند نہیں کیا تاہم بڑوں کے فیصلے کی وجہ سے کچھ نہیں ہوا اس کا باپ گوردیال دیو دین کے مقابلے میں زیادہ خوشحال اور فارغ البال تھا کیونکہ اس کے پاس چالیس بیگھے زمین تھی وہ بھی پھولن کا ہمدرد نہیں تھا اس گھر میں پھولن کے ساتھ نوکروں کا سا سلوک کیا گیا اس سے نہ صرف سارے گھر کے کام کروائے جاتے بلکہ طعن و تشنیع کا نشانہ بھی بنایا جاتا۔

پھولن نے اپنے جذبات کو دبا کر رکھا اور ہر قسم کی تذلیل کے باوجود کوئی احتجاج نہیں کیا اس نے اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ پتی لعل کے گھر میں اس کے لئے واقعی کوئی جگہ نہیں تھی وہ اپنے باپ کے گھر

جانے کی بھی زیادہ خواہش مند نہیں تھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اس کا باپ اسے کسی اور بڈھے کے پلے باندھ دے گا اور ہو سکتا تھا کہ وہ بڈھا چوہدری لعل سے بھی برا نکلے۔

چار ماہ تک وہ مایا دین اور اس کے باپ کا توہین آمیز سلوک برداشت کرتی رہی مایا دین اس کی شکل و صورت کا اکثر مذاق اڑاتا رہتا تھا۔

ایک روز اس نے پھولن سے مخاطب ہو کر کہا پھولن پھولن تیرے منہ پر مینڈک بیٹھا ہوا ہے۔

پھولن نے لاشعوری طور پر ہاتھ پھرایا اس پر مایا دین نے زور سے قہقہہ لگایا اور بولا ارے یہ تو تیری ناک ہے میں سمجھا مینڈک بیٹھا ہوا ہے۔

پھولن نے سنجیدگی سے کہا مایا دین میرے ساتھ مذاق مت کیا کرو۔

میں نے مذاق تو نہیں کیا۔ مایا دین بولا تیری ناک واقعی مینڈک جیسی

ہے اور ہونٹ..........ام رام..........یوں لگے ہے جیسے کسی

بھینس کے ہونٹ ہوں۔

اور تیرے ہونٹ تو جیسے پھول کی پتیوں جیسے ہیں پھولن نے غصے سے

کہا شرم تو نہ آوے ہے تجھے ایسی باتیں کرتے ہوئے شکلیں تو

بھگوان بناوے ہے جیسی بھی بناوے۔

ہونہہ۔ تیرے جیسوں کی شکلیں بھگوان نہیں شیطان بناتا ہے۔

پھولن نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

مایادین غصے سے اس کی طرف بڑھا بولا۔ میرے منہ پر کیوں تھوکا

تو نے؟

شیطان کی بنائی شکل تو یہی کام کرے گی۔

بھوتنی، مایادین نے کہا اور پھولن کے منہ پر تھپڑ مار دیا شیطان کی شکل پر

تھپڑ ہی ٹھیک رہتا ہے۔

پھولن نے لپک کر اس کے بال پکڑ لئے لیکن مایا دین نے اسے دھکا
دے کر نیچے گرا دیا اور دو چار ٹھوکریں رسید کر دیں یہ تیرے باپ کا گھر
نہیں ہے یہاں دادا گیری نہیں چلے گی۔

مایا دین عمر میں پھولن سے کافی بڑا تھا اور پھولن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی
تھی اس نے مایا دین کے باپ سے شکایت کی تو مزید گالیاں سنیں۔
بہت ہو چکی۔ مایا دین نے کہا اب یہ آوارہ لڑکی اس گھر میں نہیں رہے
گی اس کی نحوست ہم سب کو تباہ کر دے گی۔

میں اپنی خوشی سے یہاں نہیں آئی پھولن نے کہا نہ ہی میرے لئے
یہاں کوئی سکھ ہے لون لو۔ مایا دین نے کہا نمک حرام کہتی ہے کہ
یہاں کوئی سکھ نہیں ہے سکھ نہیں ہے تو چلی جا یہاں سے نکل جا تیرے
پیروں میں بیڑیاں تو نہیں ہیں کیوں مفت میں ہمارا بھوجن کھا رہی
ہے مفت میں نہیں کھاتی میں پھولن نے کہا جتنا کھاتی ہوں اس سے

دوگنا کام کرتی ہوں۔

زبان کو لگام دے چھوری گوردیال نے اسے ڈانٹا معلوم ہوتا ہے کہ دیو

دین نے تجھے بات کرنے کا ڈھنگ نہیں سکھایا مایا دین تجھ سے بڑا

ہے اس کے ساتھ ادب سے بات کیا کر۔

اس کو بھی تو سمجھاؤ یہ میرے ساتھ ہر وقت مسخری کرے ہے مجھے بھوتنی

کہوے ہے۔

گوردیاں استہزائیہ لہجے میں بولا مایا دین کیوں رے تو اتنی سندر چھوری

کو بھوتنی کہوے ہے دیکھتا نہیں کیسی اپسرا لگے ہے۔

سندر تو واقعی بہت ہے مایا دین بھی باپ کے ساتھ مذاق میں شامل ہو

گیا جبھی تو چچی لعل نے گھر سے نکال باہر کیا۔

پھولن کچھ نہیں بولی اس نے سوچا عورت کی عزت ماں باپ کے گھر

میں ہووے یا شوہر کے گھر میں اور جو عورت ان دونوں جگہوں سے

دھتکار دی جائے اس کو دنیا والے مشکل ہی سے عزت دیتے ہیں۔

چند روز بعد مایا دین نے فیصلہ کن لہجے میں پھولن سے کہا اب تو اس گھر میں نہیں رہ سکتی اپنا ٹھکانہ کر لے۔

گوردیال نے مایا دین کو سمجھانے کی کوشش کی اور کہا مایا دین یہ پنچایت کا فیصلہ ہے اگر تو اسے گھر میں نہیں رکھنا چاہتا تو ہمیں یہ جھگڑا ایک بار پھر پنچایت میں لے جانا پڑے گا۔

یہ ہمارے گھر کا جھگڑا ہے مایا دین نے کہا چاچا دیو دین نے غلطی کی جو پنچایت میں گیا اتنے سارے لوگوں سے دو ٹکے کی چھوری نہ سنبھلے ہے۔

گوردیال بیٹے کی دلیل سن کر چپ ہو گیا۔

پھولن دیوی نے جب دیکھا کہ مایا دین اسے گھر سے نکالنے پر تلا ہوا ہے تو بولی اگر تو مجھے گھر سے نکالنے پر تلا ہوا ہے تو پھر میں پتی لعل کے

گھر جانا پسند کروں گی۔

مایا دین غصے سے بولا۔ ابھی تیار ہو جا میری بلا سے چاہے تو گھر نیوں میں دفع ہو جا پر ہمارا پیچھا چھوڑ۔

پھولن نے اپنے چار کپڑے گٹھری میں بندھے اور مایا دین کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

گنیش پور میں پتی لعل کے گھر پہنچ کر مایا دین نے پھولن کو دروازے سے اندر دھکا دیا اور بولا پتی لعل سنبھال اس مصیبت کو بہت ہو چکی۔

یہ.......... یہ پھولن دیوی کیوں آئی ہے یہاں پتی لعل پھولن کو اپنی دہلیز پر دیکھ کر حیران ہوا میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ.......... یہ گھر سے بھاگ گئی تھی میں اسے چھوڑ چکا ہوں اسے واپس لے جاؤ۔

یہ تیری دھرم پتنی ہے پتی لعل مایا دین نے کہا کب چھوڑا تو نے اسے کون گواہ ہے تیرا رکھ اس روگ کو اپنے پاس پسند نہیں ہے تو جہنم میں جا!

دے واپس مت جیتیو۔

پھر وہ پھولن سے مخاطب ہو کر بولا اب گوراباپوروا میں تیرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے اگر تو نے ادھر آنے کی غلطی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔

مایادین، یہ تو غلط کام کر رہا ہے پتی لعل نے کہا تو خوب جانتا ہے کہ میں دوسرا بیاہ کر چکا ہوں اس کے لئے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

اس کے لئے تو کہیں بھی جگہ نہیں ہے مایادین نے کہا تجھے ہی کوئی جگہ نکالنی پڑے گی۔

یہ کہہ کر مایادین تو چلتا بنا لیکن پتی لعل پریشان نظروں سے پھولن دیوی کی طرف دیکھنے لگا جو اپنی گٹھری دبائے سسکیاں لے رہی تھی پتی لعل دو بیویوں کے مسائل کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا یوں بھی وہ پھولن دیوی کو دل سے بھلا چکا تھا اور اب اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا

چاہتا تھا اس نے پھولن کی گٹھری اٹھا کر باہر پھینک دی اور ساتھ ہی

اسے بھی دھکے دے کر باہر نکال دیا۔

تھوڑی دیر بعد چی لعل نے باہر نکل کر پھولن سے کہا تو ابھی تک یہیں

پڑی ہے یہاں تیرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے واپس چلی جا۔

کہاں چلی جاؤں واپس۔ پھولن نے پوچھا اپنے باپ کے گھر اور

کہاں۔!

باپ نے مجھے چار مہینے پہلے ہی گھر سے نکال دیا تھا اب میرے پاس

کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

باپ اور بیٹی کا رشتہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

تیرے کہنے سے کیا ہووے ہے چی لعل یوں تو پتی اور پتنی کا رشتہ بھی ختم

نہ ہووے ہے چی لعل کچھ سوچ کر پھولن کو اندر لے گیا یہ دیکھ کر چی

لعل کی دوسری بیوی نے شور مچا دیا۔

وہ بولی۔ مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ تم اس چھچھوری کو واپس لے آؤ گے پر تو میں
اسے ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتی ہائے رام ذرا دیکھو
تو کیسی معصوم شکل بنائے کھڑی ہے پتی لعل۔ اس گھر میں ایک ہی
عورت رہے گی یا یہ رہے گی یا میں رہوں گی۔
اری بھاگوان ذرا حوصلے سے کام لے پتی لعل نے کہا کوئی قیامت
نہیں آ گئی۔
یہ چھوکری تو قیامت سے بھی بڑھ کر ہے اس سے تو بڑ آدمی پناہ مانگے
ہے اگر یہ شبھ ہوتی تو باپ کے گھر سے کیوں نکالی جاتی گوردیال کے
گھر سے کیوں دھتکاری جاتی اور سب سے بڑھ کر اس گھر سے کیوں
نکلتی وہ پھولاں کی طرف بڑھتی ہوئی بولی چل ری اٹھا اپنی گٹھری نکل
باہر اپنی منحوس شکل کسی اور گھر میں لے جا یہ میرا گھر ہے چل نکل باہر
میری شکل کیا دیکھے ہے وہ پھولاں کو دھکے دیتی ہوئی دروازے تک

لے آئی۔

یوں تو پنّا لعل بھی پھولن کو گھر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا اس وقت شاید

اسے پھولن کی بے بسی دیکھ کر کچھ رحم آ گیا وہ اپنی بیوی کو سمجھا بجھا کر

ایک طرف لے گیا اور بولا۔

اری مورکھا اس کا ادھری رہنے دے کام آئے گی۔

کیا کہہ رہے ہو پنّا لعل۔

بات سمجھنے کی کوشش کرنا دان، پنّا لعل نے پرخیال مسکراہٹ کے ساتھ

کہا یہ تیری داسی بن کر رہے گی ذرا غور سے میری بات سن اس

چھوکری کا دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے باپ نے گھر سے نکال دیا ہے

اور برادری میں کوئی اسے اچھا نہ سمجھے ہے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے اس

کا تو اسے جس طرح رکھے گی ویسے ہی رہے گی گھر کے سارے کام

بھی کرے گی اور تیری منھی چپی بھی کر دیا کرے گی۔

تیری نیت کھراب نجر آوے ہے مجھے۔

اری بھاگوان ایسی بات ہوتی تو میں اسے گھر سے ہی کیوں نکالتا میں تو تیرے سکھ کی بات سوچ رہا ہوں اسے اپنی داسی بنا کے رکھ لے اس سے سارے گھر کے کام بھی لے اور اسے دبا کر بھی رکھ۔

یہ بات چنی لعل کی بیوی کی سمجھ میں آ گئی اس نے سوچا کہ وہ پھولن سے کام بھی لے گی اور اسے خوب ذلیل بھی کرے گی تنگ آ کر وہ خود ہی گھر چھوڑ کر بھاگ جائے گی اس نے چنی لعل سے کہا ایک بات اچھی طرح سن لو تم اس چھوکری کے معاملے میں کچھ نہیں بولو گے میں اسے جس طرح چاہوں گی رکھوں گی اور جو کام چاہوں گی کرواؤں گی۔

ٹھیک ہے چنی لعل نے کہا مجھے منظور ہے۔

چنی لعل کی بیوی پھولن دیوی کے پاس گئی اور بولی اے چھوکری اگر تو یہاں رہنا چاہتی ہے تو تجھے گھر کے کام کرنے پڑیں گے بولو ٹھیک ہے

ہاں ٹھیک ہے۔ پھولن نے کہا اس نے سوچا شاید وہ اسی طرح اپنے پتی لعل کا دل جیت لے گی۔

اور ایک بات اور سن۔ اس کی سوکن نے کہا تو پتی لعل سے کوئی واسطہ نہیں رکھے گی اب وہ تیرا پتی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ تو ہمارے سونے کے کمرے میں قدم نہیں رکھے گی۔

پھولن نے اپنی سوکن کی ساری شرطیں مان لیں کیونکہ اسے اس وقت ایک چھت کی ضرورت تھی زندہ رہنے کے لئے سہارا چاہیے تھا چند روز کے اندر پورے گبنش پور میں پھولن کی واپسی کی خبر مشہور ہو گئی اور لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے پتی لعل نے لوگوں کو یہی بتایا تھا کہ اس نے پھولن کو طلاق دے دی ہے اور اس کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے سب سے زیادہ فکر پتی لعل کے سسرال والوں کو ہوئی انہوں نے پتی لعل سے وضاحت طلب کی اس نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو اس

نے اپنی بیوی کو دیا تھا یعنی یہ کہ اس نے پھولن کو بے سہارا سمجھ کر گھر کے کام کاج کے لئے رکھ لیا ہے۔

اور یوں بارہ سالہ پھولن دیوی نفرت کے ماحول میں زندگی گزارنے لگی وہ سب کچھ جانتی تھی لیکن بے بس تھی اس نفرت نے اس کے سینے میں بغاوت کا بیج بونا شروع کر دیا وہ سارے گھر کا کام کرتی ہر شخص کی خدمت کرتی لیکن اس کے باوجود اس کی قسمت میں تعریف یا محبت کا کوئی کلمہ نہیں تھا وہ صبح چار بجے بیدار ہوتی اور دن بھر کولہو کے بیل کی طرح کام میں جتی رہتی اگر کوئی بھول چوک ہو جاتی تو اسے گالیاں بھی پڑتیں اور مار بھی پڑتی اعل بھی اس کے ساتھ کوئی نرمی کا سلوک نہ کرتا ایک مرتبہ اس نے پھولن کی ناک پر مکا مارا جس کی وجہ سے اس کی ناک زخمی ہو گئی اور خون بہنے لگا۔

گاؤں میں اس کے متعلق نئی نئی افواہیں پھیلنے لگیں افواہیں پھیلانے

میں عورتیں پیش پیش تھیں اسے آوارہ اور بدکردار مشہور کر دیا گیا اور گاؤں کے اوباش لوگوں سے منسوب کیا جانے لگے پورے گاؤں میں پھولن کا کوئی حمایتی نہیں تھا اور افواہوں کے معاملے میں اسے صفائی کا موقع دینا ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا لہٰذا اس کے بارے میں مشہور ہونے والی ہر افواہ کو سچ سمجھ لیا جاتا تھا کیونکہ وہ اکیلی تھی اور اس کے مقابلے میں پورا گاؤں تھا لیکن اس تمام بدسلوکی اور تذلیل کے باوجود پھولن دیوی پتی لعل اور اس کے کنبے کی خدمت کرتی رہتی تاہم اس کے رویے میں شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی اور یہ ایک طبعی بات تھی کوئی انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش نہیں آ سکتا۔

تین سال تک پھولن دیوی پر ظلم کرنے کے بعد گاؤں والے بالآخر تنگ آ گئے اس بات پر پریشان ہو گئے کہ وہ کمزور سی لڑکی ان کے ظلم

تھے پس کیوں نہیں گئی گاؤں چھوڑ کر بھاگ کیوں نہیں گئی اتنی تذلیل کے باوجود ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کیوں باتیں کرتی ہے انہوں نے اس بات کو اپنی توہین سمجھا اور پچی لعل سے کہا کہ وہ پھولن دیوی کو اپنے گھر سے نکال باہر کرے۔

موقع پرست پچی لعل گاؤں کے دباؤ میں آ گیا اور پھولن کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا اس وقت پھولن پندرہ سال کی ہو چکی تھی اور معاملات کو پہلے سے زیادہ سمجھنے لگی تھی جب اسے پچی لعل کے ارادے کا پتہ چلا تو وہ پریشان ہو گئی۔

پچی لعل تو مجھے اپنے گھر سے کیوں نکالتا ہے۔ اس نے کہا میں تو شام سویرے تیری اور تیرے کنبے کی خدمت کرتی ہوں، تو پھر بھی خوش نہیں۔

پچی لعل بولا اس گاؤں میں کوئی بھی تجھ سے خوش نہیں ہے اس لئے اپنا

سامان باندھ اور چلنے کے لئے تیار ہو جا میں نے تجھے تیرے تایا کے گھر پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے۔

مایا دین مجھے کبھی اپنے گھر میں نہیں گھسنے دے گا میں نے گاؤں والوں کا کیا بگاڑا ہے جو وہ مجھ سے خوش نہیں۔

تیرے کارن گاؤں کا دھرم بھرشٹ ہووے ہے وہ کہویں کہ تو بری عورت ہے مردوں سے دوستیاں لگاتی ہے۔

میں تو سارا دن کام میں جتی رہوں میں کیسے کسی سے دوستی لگا سکتی ہوں کیا تو نے مجھے کسی کے ساتھ دوستی لگاتے دیکھا ہے۔؟

دیکھا تو نہیں پر سارا گاؤں تو جھوٹا نہیں ہو سکتا اور میں تیری خاطر گاؤں والوں کے سامنے برا نہیں بننا چاہتا مجھے لگے کہ تیرا دانہ پانی یہاں سے اٹھ چکا ہے۔

چچا لعل میری کھاطر بے شک مت بات کر پر سچ کی کھاطر تو بات کر۔

گاؤں والوں سے پوچھ تو سہی کہ میں نے کس کے ساتھ دوستی لگائی ہے کون گواہ ہے۔؟

بات یہ ہے کہ تیرا ہمیشہ کے لئے یہاں رہنا مناسب نہیں ہے ایک دن تو تجھے جانا ہی تھا سمجھ لے کہ وہ دن آ گیا ہے۔

پھولن دیوی کی منت سماجت بے کار گئی اگلے روز پتی لعل نے اسے ساتھ لیا اور گورا پوروا پہنچ گیا گاؤں میں پھولن دیوی کی واپسی کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔

مولا نے جب پھولن کو اچانک دروازے پر دیکھا تو دوڑ کر اس سے لپٹ گئی دونوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن دیو دین پھولن کو دیکھ کر بڑبڑانے لگا پھولن کی عدم موجودگی میں گھر میں کافی تبدیلی آ چکی تھی اس کی چھوٹی بہن رام کلی کی شادی ہو چکی تھی اور گھر میں مزید دو بہنوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔

کس کے ساتھ آئی ہے تو۔؟ دیودین نے پوچھا۔

چِٹی لعل مجھے واپس چھوڑ گیا ہے۔

دیودین نے غصے سے کہا میں تو پہلے ہی کہو ے تھا کہ مت جا اس کے

پاس ہو گیا تیرا شوق پورا کر لی اپنی مرجی۔؟

آ رے ہاے چھوری کو دم تو لینے دے۔ مولا نے کہا۔

تو تو ہر وقت جلتا کڑھتا رہے ہمت والے ہوتے تو چِٹی لعل کو سیدھا کر

دیتے اسے دوسرے بیاہ کی ہمت نہ ہوتی۔

دیودین پھولن کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا خرابی اس کے اندر ہے یہ

اگر ٹھیک رہتی تو کوئی گڑبڑ نہ ہوتی۔

تم گھر کے اندر بیٹھ کر ہی بول سکتے ہو مولا نے کہا کبھی باہر نکل کر بھی

دیکھ لیا کرو۔

پچھلے برس فصل خراب ہوئی تھی اب کے برس اور بھی خراب ہونے کا

خطرہ تھا۔ دیودین پر بڑا نے اگا زمین میں ٹوٹ پھوٹ الگ ہوتی رہتی
ہے اگر بھائی گوردیال کاغذات میں ہیرا پھیری نہ کرتا تو ہمارے حصے
میں کم از کم بیس بیگھے زمین آتی۔

پھولن نے اس بات کو تعجب سے سنا یہ بات پہلی مرتبہ اس کے علم میں
آئی تھی کہ اس کے تایا نے اس کے حصے کی زمین غصب کر رکھی تھی اس
نے اپنے باپ سے اس معاملے کی نوعیت دریافت کی اور کہا کہ اس
نے اپنا حق وصول کرنے کے لئے کوشش کیوں نہیں کی۔

میں اپنی ہمت کے مطابق کوشش کر چکا ہوں دیودین نے کہا معاملہ
پنچایت میں پیش کیا تھا لیکن فیصلہ گوردیال کے حق میں ہو گیا۔

عدالت میں کیوں نہ گئے پھولن نے کہا پنچایت نے کس طرح تایا کے
حق میں فیصلہ کر دیا۔

چل چھوڑ ان پرانی باتوں کو موا! نے کہا تو ان معاملات کو کیا سمجھے۔؟

لیکن پھولن ان معاملات کو بخوبی سمجھ رہی تھی چند روز بعد اس نے پنچایت کے اراکین سے ملنا شروع کیا اور بالآخر انہیں زمین کے تنازع پر دوبارہ غور کرنے پر آمادہ کر لیا اصولی طور پر پنچایت کے سامنے دونوں بھائیوں کو پیش ہونا چاہیے تھا لیکن دیو دین کی طرف سے پھولن پیش ہوئی اس نے پنچایت کے سامنے ایسے یقین اور اعتماد کے ساتھ دلائل پیش کیے کہ ہر شخص دنگ رہ گیا۔

اس نے کہا۔ میرا باپ ایک سیدھا سادھا آدمی ہے اور جھگڑے فساد سے بہت گھبراتا ہے اس کی اس کمزوری سے میرے تایا نے خوب فائدہ اٹھایا اور اس کے حصے کی زمین بھی ہتھیا لی میں پنچایت سے درخواست کرتی ہوں کہ ہمیں یہ زمین واپس دلائی جائے۔

مایا دین نے غصے سے کہا۔ یہ دو ٹکے کی چھوکری جو کل تک ہمارے ٹکڑوں پر پل رہی تھی اب بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہی ہے

.........پنچوں کو چاہیے کہ اس کی زبان کو لگام دیں۔

حضور لگام تو گھوڑے اور گدھے کے منہ میں دی جاتی ہے پھولن نے کہا کسی منش کے منہ میں کبھی کسی نے لگام نہیں دی بات تو زمین کی ہو رہی ہے ہم اپنا حق مانگ رہے ہیں اور مایادین تو ٹکڑوں کی بات کرتا ہے نا تو سن میں نے صرف چار مہینے تیرے ٹکڑے کھائے تھے لیکن تو اور تیرا کنبہ تو کئی سالوں سے ہماری زمین کے ٹکڑے پر پل رہا ہے گوردیال پنچایت کے سامنے کاغذات پھیلاتا ہوا بولا سب پٹوان کاغذات میں لکھا ہوا ہے پر یہ جاہل کیا سمجھے۔

تایا گوردیال بات کاغذات کی نہیں سچ اور جھوٹ کی ہے میں تو یہ جانوں ہوں کہ ہمارے دادا نے جو زمین چھوڑی اس میں سے آدھا حصہ تمہیں ملنا چاہیے اور آدھا میرے باپ کو لیکن تیرے پاس چالیس بیگھے زمین ہے اور میرے باپ کے پاس صرف دو بیگھے ایسا کیوں ہے؟

ایسا اس لئے ہے کہ میں تیرے باپ کی طرح مورکھ نہیں ہوں گوردیال نے کہا سوچ سمجھ کر خرچ کرتا ہوں اپنا پیٹ کاٹ کر اپنی زمین میں بڑھوتری کرتا رہتا ہوں۔

یہ تو بتا دادا کی موت پر زمین کتنی تھی پھولن نے پوچھا۔؟ اور بٹوارہ کس طرح کیا گیا تھا۔؟

زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش نہیں کر چھوری معاملہ ہے پنچایت کے پاس جو بتانا ہے خود بتا اور ثبوت کے ساتھ بات کر میں کہتا ہوں تیرے دادا نے چار بیگھے زمین چھوڑی تھی اگر تو کہتی ہے کہ اس نے زیادہ زمین چھوڑی تھی تو ثبوت لے کر آ۔ میں کاغذات کے ساتھ بات کرتا ہوں تیرے پاس کیا ہے۔؟

یہ سب جعلی کاغذات ہیں پھولن نے کہا میرے باپ نے زمین کا کوئی ٹکڑا فروخت نہیں کیا تم نے پیٹ کاٹ کر جو زمین خریدی ہے وہ بھی

سب جانیں ہیں۔

بحث طول پکڑ گئی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا گو پھولن نے حقائق پیش کیے تھے مگر وہ کوئی ثبوت پیش نہ کر سکی اور فیصلہ گوردیال کے حق میں رہا البتہ پنچوں کو پھولن کی ذہانت اور خود اعتمادی کا قائل ہونا پڑا ان کے دلوں میں اس کے لئے عزت پیدا ہوئی حالانکہ اس سے پہلے وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے کیونکہ اس کے بارے میں وہ بہت خراب باتیں سن چکے تھے۔

یہ بات مایادین کو بہت بری لگی اور وہ اسے نقصان پہنچانے کے منصوبے بنانے لگا اس نے ایک دو مرتبہ پھولن کو اس کے ایک نوجوان کزن اندر جیت کے ساتھ دیکھا تھا اندر جیت ایک قریبی گاؤں میں رہتا تھا اور اپنے رشتہ داروں سے ملنے کورا پورہ آتا تھا مایادین نے پھولن اور اندر جیت کے بارے میں ایک شرمناک افسانہ گاؤں میں

مشہور کر دیا ہندوؤں میں سات پشتوں تک کزن کے ساتھ شادی جائز نہیں ہے اور اگر کسی لڑکی کا اپنے کزن کے ساتھ اسکینڈل مشہور ہو جائے تو اسے نہایت بری نظروں سے دیکھا جاتا ہے چونکہ مہیش پور میں پھولن کے بارے میں اس قسم کی افواہیں بہت پھیلائی گئی تھیں اور ان کی بھنک گوراہا پور والوں کے کانوں میں پہنچی تھی اس لئے اس نئی افواہ کو لوگوں نے بلا تامل سچ مان لیا بعض نے کہا کہ پھولن نے مہیش پور کی طرح یہاں بھی برائی پھیلانی شروع کر دی ہے۔

مایا دین نے اپنے منصوبے کو افواہ پھیلانے تک محدود نہیں رکھا بلکہ پھولن کو ذلیل کرنے کے نت نئے طریقے سوچتا رہا ایک روز اس کی ملاقات گاؤں کے سرپنچ کے بیٹے سکھ چند سے ہوئی رسمی بات چیت کے بعد پھولن دیوی کا ذکر نکل آیا مایا دین نے پھولن کے کردار کا جو نقشہ کھینچا اس نے سکھ چند کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

اس روز کے بعد سکھ چند نے پھولن دیوی کے معمولات پر نظر رکھنی شروع کر دی ایک شام اس نے دیکھا کہ پھولن دیوی کھیتوں میں سے ہوتی ہوئی گاؤں کی طرف آ رہی ہے اس وقت آس پاس کوئی نہیں تھا سکھ چند تیزی سے آگے بڑھا اور پھولن کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

کیوں رے۔ پھولن نے بے باکی سے کہا کیا مرجی ہے تیری میرا راستہ کیوں روکا ہے۔؟

تجھے پہچانا نہیں؟ سکھ چند نے کہا میں سکھ چند ہوں۔

میں بڑی اچھی طرح پہچانوں ہوں تجھے۔ میرے راستے سے ہٹ جا۔

میں نے تیری بڑی تعریف سنی ہے۔

تو پھر میں کیا کروں پھولن نے کہا اور ایک طرف نکلنے کی کوشش کی۔

سکھ چند راستہ روکتے ہوئے بولا تو تو بڑی روکھی باتیں کرے

ہے آ ذرا دو گھڑی ادھر بیٹھ کے باتیں کریں۔

پھولن نے غصے سے کہا کیوں رے تو میرا کیا لگے ہے۔؟

سکھ چند اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا لگنے میں کیا دیر لگے ہے۔

پھولن اس کے منہ پر تھوکتی ہوئی بولی چل ہٹ صورت حرام ماں بہن نہیں ہے تیری۔؟

سکھ چند نے اس کی کلائی پکڑ لی اور کھیت کی طرف کھینچتا ہوا بولا تو جو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے پھولن نے ہاتھ چھڑا کر اسے دھکا دینے کی کوشش کی سکھ چند نے دوبارہ اسے پکڑ لیا دونوں میں اچھی خاصی کشمکش............شروع ہوگئی پھولن زمین پر گر پڑی تاہم وہ جلدی سے اٹھی اور ناخنوں سے سکھ چند کا منہ نوچ لیا سکھ چند نے اس کے بال پکڑ لیے اور وحشیانہ انداز میں اسے کھیت کی طرف گھسیٹنے لگا۔

پھولن نے ایک بار پھر خود کو چھڑا لیا اور گاؤں کی طرف بھاگی، سکھ چند سخت طیش کے عالم میں اس کے پیچھے بھاگا۔

گاؤں کی حدود میں پہنچ کر اس نے پھولن کو پکڑ لیا اور جوتا اتار کر اس کی مرمت شروع کر دی شور کی آواز سن کر بہت سے لوگ وہاں پہنچ گئے کسی نے پھولن کو چھڑانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ سکھ چند گاؤں کے سرپنچ کا بیٹا تھا۔

ایک دو نے ہمت کر کے پوچھا کیوں چھوکری کو مارتے ہو؟ کیا جرم کیا ہے اس نے۔؟

اس کا جرم سنو گے تو کانوں کو ہاتھ لگاؤ گے سکھ چند نے کہا یہ چھوکری آفت ہے آفت۔

بھائی سکھ چند کچھ بتاؤ تو سہی کیا ہوا ہے۔

سکھ چند نے سانس درست کرتے ہوئے کہا میں ادھر کھیتوں کی طرف

جار با تھا یہ کتیا پتہ نہیں کہاں سے میرے پیچھے لگ گئی جب اس نے دیکھا کہ آس پاس کوئی نہیں ہے تو مجھے ورغلانے کی کوشش کی۔

پھولن پر احتجاج لہجے میں بولی.........یہ.........یہ جھوٹ ہے اس نے بری نیت سے میرا راستہ روکا تھا مجھے جبر دستی کھیتوں کے بھیتر لے جانے کی کوشش کی تھی سکھ چند دو چار جوتے پھولن کے سر پر رسید کرتا ہوا بولا چپ ہو جا کمینی تیرا فیصلہ اب پنچایت میں ہو گا تو نے مہیش پور میں بھی ایسے تماشے کئے تھے اب ہمارے گاؤں کو بھی بھرشٹ کرنے کی فکر میں ہے لیکن یہاں تیری دال نہیں گلے گی۔

چند روز بعد سکھ چند کے کہنے پر پنچایت بیٹھی اور اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ پھولن کو جمنا کے پار تیوگا نامی گاؤں میں اس کے ایک رشتہ دار کے یہاں بھجوا دیا جائے پھولن نے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ اس پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے یہ سکھ چند تھا جس

نے اسے بے آبرو کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بد اچھا بدنام

برا.........کسی نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا۔

پھولن کی ماں مولا برو رو کر واویلا کرنے لگی کہ اس کی بیٹی کب تک

دربدر کی ٹھوکریں کھاتی رہے گی؟ کیا ساری دنیا کی مصیبتیں اس کے

حصے میں آ گئی ہیں کیا وہ اپنے گھر میں بھی نہیں رہ سکتی۔

دو روز بعد پھولن دیوی نے کشتی کے ذریعے جمنا پار کی اور تیوگا میں

اپنے رشتہ دار کے گھر پہنچ گئی تیوگا میں اس پر کوئی پابندی نہیں تھی وہ اپنی

مرضی سے لوگوں کے گھروں میں آتی جاتی تھی اس کے ملنے والوں

میں عورتوں کے علاوہ مرد بھی تھے وہ سب سے بلا جھجک ملتی تھی جن

مردوں سے وہ ملتی تھی ان میں کچھ ڈاکو بھی تھے پھولن کو ان کی بے فکری

زندہ دلی اور دل کھول کر قہقہے لگانے والی عادت بہت پسند آئی ان کے

ہاں ریاکاری کی گھٹن نہیں تھی وہ اندر اور باہر سے ایک جیسے تھے اپنی

برائی کو چھپاتے نہیں تھے اور اپنی اچھائی کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے تھے پھولن کو وہ اس لئے بھی اچھے لگے کہ ان میں سے کسی نے اسے نہ برا سمجھا تھا اور نہ ہی بری نظر سے دیکھا تھا بلکہ انہوں نے اس کی لڑکوں والی عادتوں کو پسند کیا تھا۔

بعض نے پھولن کو اپنے ساتھ گھاٹیوں میں چلنے کو کہا اگر یہ پیشکش پھولن کو بیشک پوریا گوار یا پروا ہیں کی جاتی تو شاید وہ اسے قبول کر لیتی لیکن تیو گا میں اسے کوئی تکلیف نہیں تھی اس لئے اس نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا۔

گھر کے چھوٹے موٹے کام کے بعد پھولن مویشی چرانے کے لئے دریا کے کنارے چلی جاتی اور دن بھر وہیں رہتی اس کھلی فضا میں وہ خود کو بہت مسرور اور مطمئن محسوس کرتی دن ڈھلے مویشیوں کو دریا سے پانی پلاتی اور واپس روانہ ہو جاتی۔

ایک صبح کیلاش نامی ایک ملاح جمنا کے کنارے بیٹھا کپڑے دھو رہا تھا
کچھ دیر بعد اس نے ایک نوجوان لڑکی کو جھاڑیوں سے نمودار ہوتے
دیکھا وہ بے فکری سے چلتی ہوئی دریا کے کنارے پر پہنچی اور پانی میں
نہانے لگی وہ جگہ کیلاش سے تقریباً تیس قدم دور نشیب کی طرف تھی
کیلاش گھبرایا اس نے سوچا اگر لڑکی کو اس کی موجودگی کا پتہ چلا تو وہ
ضرور شور مچائے گی اور کوئی عجب نہیں کہ اس کے رشتے دار آ کر اس کی
پٹائی کر دیں یہ خیال کر کے اس نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور
بظاہر یوں کپڑے دھونے لگا جیسے اسے لڑکی کے بارے میں کچھ معلوم
نہ ہو۔

وہ لڑکی پھولن دیوی تھی کچھ دیر بعد پھولن دیوی نے بہتے ہوئے پانی
میں حسین کی جھلک کو دیکھا تو نظر اٹھا کر کیلاش کی طرف دیکھا
کیلاش جو چور نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا پریشان ہو گیا اور

جلدی سے دوسری طرف منہ کر کے کپڑے دھونے لگا پھولن پانی سے باہر نکلی اور کنارے پر چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی کیلاش یوں سکڑ گیا جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر سکڑتا ہے۔

پھولن کولہے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ کیوں رے.........

کیلاش چونک کر اچھلا۔ کک کیا مجھ سے کہا۔؟

اور کون ہو وے ہے تیرے سوا یہاں پر۔

کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے۔ مم..........میں تو صرف کپڑے دھو رہا ہوں۔

وہ تو میں بھی دیکھو ہوں۔ پھولن نے کہا۔

لا ذرا اپنا صابن تو دے۔

کیلاش نے اپنا صابن اسے دے دیا پھولن کنارے پر بیٹھ کر اپنے بال دھونے لگی کیلاش کو اس کی بے باکی اور بے تکلفی نے بہت متاثر کیا

بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ پہلی ہی نظر میں گھائل ہو گیا اس نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی آس پاس کوئی نظر نہیں آیا وہ ایک الگ تھلگ جگہ تھی بال دھونے کے بعد پھولن نے صابن واپس کر دیا اور دھوپ میں بال سکھانے لگی۔

ایک بات پوچھوں ناراض تو نہیں ہو گی؟ کیلاش نے کہا۔

مجھے کیا کرنے کا نا ہے جو میں بات پوچھنے پر ناراض ہو جاؤں گی۔

تب......تیرا نام کیا ہے۔؟

پھولن زور سے ہنسنے لگی یہ کون سی ناراض ہونے والی بات ہے تو مجھے پڑھا لکھا معلوم ہووے ہے میرا نام پھولن دیوی ہے۔

بہت سندر نام ہے میرا نام کیلاش ہے۔

کیوں رے خالی نام ہی سندر ہے یا میں بھی سندر ہوں..؟

کیوں نہیں کیوں نہیں تو بھی سندر ہے بہت سندر ہے۔

پھولن کی آنکھیں خوشی میں چمکنے لگیں کسی نے پہلی بار اسے خوبصورت کہا تھا بولی کیا سچ کہتے ہو۔؟

تیرے سر کی سوگند سچ بول رہا ہوں۔

کچھ دیر بعد دونوں ایک کھیت کے کنارے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

تو یہاں کیا کرنے آئی تھی کیلاش نے پوچھا۔

ڈھور چرانے آئی تھی۔

کیا روز ہی آتی ہو۔؟

ہاں روز آتی ہوں پر تو کیوں پوچھے ہے۔؟

بس یونہی............کیلاش نے کہا میں بھی روز ادھر آتا ہوں۔

پھولن اسے گھورتی ہوئی بولی چل جھوٹا کہیں کا روز کیا کرنے آتے ہو؟

کیلاش اس کی تیز نظروں سے گھبرا کر بولا پہلے تو نہیں آتا تھا پر اب ضرور آیا کروں گا۔

پھولن آنکھیں مٹکاتی ہوئی بولی میں کل سے ادھر نہیں آؤں گی۔

کیوں نہیں آؤ گی۔؟

تم جو آؤ گے۔

اچھا میں نہیں آؤں گا۔

پھولن نے کھلے دل سے قہقہہ لگایا بولی بس گھبرا گئے۔

کیلاش سنجیدہ ہو گیا بولا پھولن ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گی۔

یہ تو برا ماننے کی بات بہت کرے ہے سیدھی بات کیا کر برا مانوں گی تو تجھے خود ہی پتہ چل جائے گا۔

کیلاش تامل کرتا ہوا بولا۔ وہ............بات یہ ہے............تو مجھے اچھی لگنے لگی ہے۔

پھولن نے قہقہہ لگایا اس میں برا ماننے کی کون سی بات ہے۔

کیلاش نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھولن نے کوئی تعرض نہیں کیا دونوں دیر

تک باتیں کرتے رہے پھر اگلے روز ملنے کا وعدہ کر کے اپنے اپنے راستے پر ہو لیے۔

اس کے بعد دونوں اکثر و بیشتر دریا کے کنارے پر ملنے لگے رفتہ رفتہ دونوں ایک دوسرے سے والہانہ انداز میں محبت کرنے لگے۔

ایک روز پھولن نے کہا کیلاش تم میرے بارے میں کیا کچھ جانتے ہو؟

وہ سب کچھ جانتا ہوں جو جاننا ضروری ہے۔

ہونہہ تم صرف اتنا جانو کہ میں ایک لڑکی ہوں اور روز دریا کے کنارے ڈھور چرانے آتی ہوں۔

کیلاش جذباتی لہجے میں بولا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم مجھ سے پریم کرتی ہو بس اس کے سوا کچھ جاننے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی کسی بات کی چنتا ہے۔

میری شادی ہو چکی ہے پھولن نے سادگی سے کہا۔

کیلاش چونک کر بولا اوہ میں تو سمجھا تھا کہ تم ابھی ....

میرا پتی مجھے چھوڑ چکا ہے پھولن نے کہا۔

تیرے پتی نے تجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔

پھولن اسے تفصیل بتانے لگی اس نے کوئی بات نہیں چھپائی سب کچھ بتا دیا۔

چند روز بعد پھولن نے کہا کیلاش میں تجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں اب تیرا کیا خیال ہے تو اب بھی مجھے پسند کرے ہے۔

ہاں کیوں نہیں۔ میں تمہیں ہمیشہ پسند کرتا رہوں گا۔

تو پھر تو میرے ساتھ شادی کر لے پھولن نے کہا یوں چوری چھپے ملنا اچھا نہ ہووے۔

کیلاش گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا بولا۔ یہ.......... یہ.......... یہ نہیں ہو سکتا

میں تیرے ساتھ شادی نہیں کرسکتا۔

کیوں میرے اندر کیا خرابی ہے۔؟

کیلاش تامل کرتا ہوا بولا۔ وہ دراصل بات ہی ہے کہ

............میں شادی شدہ ہوں میرے بچے بھی ہیں۔

تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ پھولن نے غصے سے پوچھا دھوکے

باز............فریبی۔

دیکھ ناراض نہ ہو کیلاش نے کہا اگر میں پہلے بتا بھی دیتا تو کوئی فائدہ نہ

ہوتا شاید تو میرے ساتھ دوستی ختم کر دیتی۔

دوستی رہے یا نہ رہے بات سچی کرنی چاہیے جا میں تیرے سے نہ

بولوں۔

کیلاش اسے سمجھاتا ہوا بولا دیکھ پھولن میری نیت خراب نہیں تھی مجھے

ڈر تھا کہ تو میری شادی کی خبر سن کر مایوس ہو گی میں تیرے سے ملنے

سے پہلے ہی شادی شدہ تھا بتانے نہ بتانے سے کچھ فرق نہ پڑتا اگر
میں تجھ سے شادی کرتا تو پھر تیری ناراضگی ٹھیک ہوتی۔
گو بات پھولن کی سمجھ میں آ گئی تاہم اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں
ہوا.........اور اس نے کیلاش سے میل ملاپ ترک کر دیا کیلاش اس
کے اس فیصلے سے بہت پریشان ہوا اور اسے راضی کرنے کی کوشش
میں لگا رہا اس کی بے چینی اور اضطراب دیکھ کر پھولن بہت متاثر ہوئی
اور بالآخر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو گئی۔
اس دوران کیلاش کے گھر والوں کو بھی کچھ شک ہو چلا تھا اس لئے جمنا
کے کنارے ملاقات میں خطرہ تھا چند روز بعد کیلاش پھولن کو ایک
قریبی گاؤں گوہانی لے گیا جہاں دونوں نے بہت پر مسرت دن گزارا
گوہانی میں کیلاش نے اپنے چند دوستوں کے ہاں قیام کیا ان
دوستوں میں وکرم ملاح نامی ایک شخص بھی تھا اس نے بڑی بڑی

مونچھیں رکھی ہوئی تھیں لمبے تڑنگے جسم کا مالک تھا اور شکل وصورت سے ڈاکو معلوم ہوتا تھا اس کی نظریں ہمہ تن پھولن کا تعاقب کرتی رہی تھیں۔

واپسی میں پھولن نے کیلاش سے پوچھا وہ لمبی لمبی مونچھوں والا کون تھا۔؟

اس کا نام وکرم ملاح ہے کیلاش نے جواب دیا بڑا مشہور ڈاکو ہے۔

اور باقی لوگ۔؟

وہ بھی سب ڈاکو ہیں۔

اور تم۔؟

میں شریف آدمی ہوں۔

پھولن نے قہقہہ لگایا بولی اتنے شریف آدمی ایسی حرکتیں نہ کریں ہیں۔ تو نے مجھے پاگل کر دیا ہے پھولن میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا

کروں کیا نہ کروں۔

میری سمجھ میں سب کچھ آ چکا ہے پھولن نے کہا چند روز میں تیرا دماغ

اپنے آپ ٹھیک ہو جاوے گا۔

کیا کہہ رہی ہو ذرا صاف بات کرو۔

صاف بات یہ ہے کہ آج ہماری آخری ملاقات ہے آج کے بعد میرا

راستہ الگ اور تیرا الگ۔

یہ ناممکن ہے۔

جس دوستی کا انجام اچھا نہ ہووے وہ دوستی ترنت ختم کر دینی چاہیے تو

ملاح ہے اور میں ملاح کی بیٹی ہوں۔

ملاح کبھی دو کشتیوں.........میں سواری نہ کرے ہے اس لئے آج

کے بعد مجھے بھول جانا میرے جیون میں کوئی سکھ نہیں ہے میں نے

پہلے سکھ دیکھا ہے نہ آگے امید ہے۔

کیلاش کچھ دور تک خاموش چلتا رہا یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے ذہن میں کشمکش ہو رہی تھی جب گاؤں نزدیک آ گیا تو وہ بولا ہماری دوستی کا انجام خراب نہیں ہو گا۔

وہ کیسے۔؟

اس سوال کا جواب میں تمہیں کل دوں گا کل صبح میں جمنا کے کنارے تمہارا انتظار کروں گا۔

پرنتو کچھ پتا تو چلے۔

کل تم خوش خبری سنو گی۔

دیکھو کیلاش میرے ساتھ دھوکا نہ کرنا۔

تم میری زندگی ہو پھولن میں تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتا۔

پھولن نے ملاقات کا وعدہ کر لیا اور دونوں اپنے اپنے راستے ہو لئے۔

اگلی صبح پھولن دیوی جب جمنا کے کنارے پہنچی تو کیلاش پہلے سے

وہاں موجود تھا اس کے ہاتھ میں پلاسٹک کا ایک تھیلا تھا۔

ہم کانپور جا رہے ہیں اس نے کہا۔

وہ کس لئے۔؟ پھولن نے پوچھا۔

میں نے تمہارے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

پھولن دیوی یہ سن کر خوش ہو گئی اس نے یہ نہیں پوچھا کہ کیلاش نے پہلی بیوی کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے اس کے لئے یہی بات بہت تھی کہ وہ کیلاش کی بیوی بننے والی تھی۔

کیا شادی کے لئے کانپور جانا ضروری ہے اس نے پوچھا۔

ہاں بہت ضروری ہے یہ شادی کچہری میں ہو گی۔

دونوں چھپتے چھپاتے قریبی ریلوے اسٹیشن کا ئی............ پہنچے اور وہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر کانپور پہنچ گئے وہاں کیلاش سیدھا اپنے ایک دوست کے پاس گیا اسے ساری صورت حال بتائی اور اس سے مدد کی

درخواست کی مذکورہ دوست نے انہیں اپنے چھوٹے سے گھر میں قیام کی سہولت فراہم کی اور ایک وکیل سے ملایا جو اس قسم کے معاملات میں ماہر تھا وکیل نے کیلاش اور پھولن سے چند کاغذات پر دستخط کروائے اور عدالت کے ذریعہ انہیں شادی کے بندھن میں باندھ دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر کیلاش پھولن کو شہر کی سیر کروانے کے لئے لے گیا پھولن بہت خوش تھی جب وہ پتی لعل کے ساتھ بیاہی گئی تھی تو اس کی مرضی اور خواہش کا احترام نہیں کیا گیا تھا پتی لعل نے اس کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیا تھا لیکن کیلاش نہ صرف اس کے ساتھ محبت کرتا تھا بلکہ اس کی خواہشات کا بھی احترام کرتا تھا شام کے وقت کیلاش اسے فلم دکھانے ایک سینما ہال میں لے گیا پھولن دیوی نے زندگی میں پہلی بار فلم دیکھی تھی اسے پردہ سیمیں پر چلتے پھرتے اور

باتیں کرتے ہوئے انسان بہت عجیب لگے۔

کانپور میں گزارے ہوئے شب و روز پھولن کو کسی حسین خواب کی

طرح دلکش محسوس ہوئے لیکن یہ خواب دیر پا ثابت نہیں ہوا دونوں

ہمیشہ کانپور میں نہیں رہ سکتے تھے چند روز بعد وہ ٹرین میں بیٹھ کر واپس

کالپی اور کالپی سے پیدل اپنے گاؤں پہنچ گئے۔

راستے میں پھولن نے پوچھا کیلاش تو مجھے سیدھا اپنے گھر لے جائے

گا۔؟

ہاں ارادہ تو یہی ہے پر ڈر بھی لگے ہے۔

اچھی طرح سوچ لے پھولن نے کہا ایسا نہ ہو کہ جاتے ہی گڑبڑ ہو

جائے۔

گڑبڑ تو ضرور ہوگی کیلاش نے کہا گڑبڑ تو ہونی ہے اس لئے جتنی

جلدی ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے تجھے ڈر تو نہ لگے ہے۔؟

ہو نہ میں کسی سے نہ ڈر رہوں ہوں۔
جب دونوں گھر پہنچے تو کیلاش کی بیوی غصے سے پھولن کو گھورنے لگی
بولی یہ کون عورت ہے اور یہاں کیا کرنے آئی ہے۔؟
یہ پھولن دیوی ہے۔ کیلاش نے ہمت کرکے کہا میں نے اس کے
ساتھ شادی کر لی ہے اب یہ اسی گھر میں رہے گی۔
یہ سنتے ہی کیلاش کی بیوی جنگلی بلی کی طرح پھولن پر جھپٹی یوں معلوم
ہوتا تھا کہ وہ اس کی آنکھیں نکال لے گی اس نے پھولن کے بال پکڑ
لئے اور ناخنوں سے اس کا منہ نوچنا شروع کردیا کیلاش جلدی سے
دونوں کے بیچ میں آگیا لیکن اس کی بیوی نے اس کا منہ بھی نوچ لیا
شور سن کر کیلاش کے والدین اور گھر کے دوسرے افراد بھی جمع ہو گئے
جب انہیں پتا چلا کہ کیلاش ایک دوسری بیوی گھر میں لے آیا ہے تو وہ
بھی غصے سے بھر گئے اور پھولن کو مارنا شروع کردیا گھر کے اندر کہرام

مچ گیا سب لوگوں نے پھولن کو بری طرح مارا پیٹا اور دھکے دے کر گھر

سے نکال دیا۔

کیلاش پریشان ہو گیا اسے اندازہ نہیں تھا کہ اتنے وسیع پیمانے پر گڑبڑ

ہو گی اور معاملہ قابو سے باہر ہو جائے گا کوئی اس کی بات بھی سننے پر

تیار نہیں تھا وہ پھولن کو ساتھ لے کر کھیتوں کی طرف نکل گیا اس کی سمجھ

میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے وہ رات انہوں نے کھیت

میں گزاری۔

صبح کیلاش نے کہا مجھے امید نہیں تھی کہ میرے رشتے دار اتنے سنگدل

نکلیں گے میرا خیال تھا کہ تھوڑی سی گڑبڑ ہو گی کچھ ناراضگی ہو گی اور

اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔

جو ہوا سو اچھا ہوا پھولن نے لاپرواہی سے کہا کم از کم گاؤں والوں کو یہ تو

پتا چل گیا کہ میں تیری جورو ہوں دھیرے دھیرے سب ٹھیک ہو

جاوے گا۔

کیسے ٹھیک ہوگا۔........

ہم محنت مزدوری کریں گے اور پیسے جوڑ کر اپنا ایک چھوٹا سا گھر بنائیں گے۔

کیلاش جو گھر والوں کے سلوک سے سخت دل برداشتہ تھا بولا پھولن تو اپنے گھر چلی جا.........میں اپنے گھر چلا جاتا ہوں گھر بنانے والی باتیں بھول جا یہ لوگ ہمیں جینے نہیں دیں گے یہ سنتے ہی پھولن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا کیلاش کا گریبان پکڑتی ہوئی بولی آئندہ ایسی بات منہ سے نہ نکالنا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گی میں تیری جورو ہوں اور اب ہم ایک ساتھ جئیں گے اور ایک ساتھ مریں گے۔

کیلاش پھولن کے تیور دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اس نے کبھی کسی انسان کو ایسے غیظ و غضب کے عالم میں نہیں دیکھا تھا پھولن کے تاثرات ظاہر

کرتے تھے کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ بھی پہنا سکتی تھی۔

مم............میرا یہ مطلب نہیں ہے کیلاش نے جلدی سے کہا میں یہ کہتا ہوں کہ اب ہمیں آئندہ کے لئے بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا گھر بنانے کے لئے پیسے جوڑنے ہوں گے۔

کیا بہکی بہکی باتیں کررہے ہو پھولن نے کہا میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں کہ ہم پیسے جوڑ کر اپنا گھر بنائیں گے۔

یہی بات ہے............بالکل یہی بات ہے پر تو ہم جنگل میں رہ کر تو پیسے نہیں کما سکتے تو کچھ عرصے کے لئے اپنے گھر چلی جاؤ اس دوران میں اپنے گھر والوں کا غصہ بھی ٹھنڈا کرا لوں گا دھیرے دھیرے سب ٹھیک ہو جائے گا۔

دھوکا تو نہیں کرو گے میرے ساتھ...؟

تیرے سر کی سوگند دھوکا نہیں کروں گا۔

بالآخر پھولن نے اس کی بات مان لی اور گوراپور واجانے کے لئے تیار ہوگئی۔

مایادین نے جب یہ دیکھا کہ پھولن دیوی واپس آگئی ہے تو وہ غصے میں دیوانہ ہوگیا اس نے ایک بار پھر پھولن دیوی کے خلاف منصوبہ بندی شروع کردی اس مرتبہ وہ کوئی ایسی تدبیر کرنا چاہتا تھا جس میں کوئی خامی نہ ہو اس سلسلے میں اس نے سکھ چند کو بھی اپنا رازداں بنالیا۔

ایک صبح دونوں تھانے پہنچے اور تھانیدار کو رشوت دے کر پھولن دیوی کے خلاف چوری کی جھوٹی رپورٹ درج کرادی تھانیدار نام و پتہ نوٹ کرنے کے بعد معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا جنوری 1979ء کی ایک صبح ایک جیپ دیودین کے گھر کے سامنے رکی اور تین پولیس والے باہر آئے ان میں سے ایک نے دروازے پر دستک دی ایک بچے نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور پولیس کو دیکھ کر جلدی

سے اندر بھاگ گیا مولا جو گھر کے کام میں مصروف تھی پولیس کا نام

سن کر گھبرائی ہوئی دروازے پر پہنچی پھولن دیوی اس کے پیچھے پیچھے تھی

یہاں کوئی پھولن دیوی رہتی ہے۔؟ ایک پولیس افسر نے پوچھا پھولن

خود ہی سامنے آگئی بولی میں ہوں جی پھولن دیوی۔

پولیس افسر سر سے پیر تک پھولن کا جائزہ لیتا ہوا بولا دیکھنے میں تو بڑی

بھولی لگتی ہے کیوں ری چھوکری، تو چوریاں بھی کرتی ہے۔؟

پھولن سہم کر بولی نہیں جی، میں نے کبھی چوری نہیں کی۔

مال کدھر ہے۔؟

پھولن اس سوال سے پریشان ہوگئی بولی کونسا مال جی میں تو کچھ نہ

جانوں۔

میں اس مال کی بات کر رہا ہوں جو تم نے اپنے تایا گوردیال کے گھر

سے چوری کیا ہے مولا کا کلیجہ دھک سے رہ گیا بولی بارے رام جانے

یہ بھائی گوردیال میری بیٹی کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔
پولیس افسر نے کہا ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تیرا ڈاکوؤں سے بھی میل ملاپ ہے اور تیرے اشارے پر انہوں نے گوردیال کے گھر میں چوری کی ہے۔
ناں جی، میں کسی ڈاکو کو نہ جانوں ہوں پھولن نے گڑگڑا کر کہا تایا گوردیال جھوٹ بولے ہے۔
زیادہ شور مت مچھوری پولیس افسر نے کہا ہم تجھے گرفتار آئے ہیں تیرے خلاف چوری کا پرچہ کٹ چکا ہے اب کچہری میں اپنی صفائی پیش کرنا۔
دوسرے دو پولیس والوں نے پھولن کو دونوں بازوؤں سے پکڑا اور کھینچتے ہوئے جیپ کے اندر لے گئے آس پاس بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے لیکن کسی کو بولنے کی ہمت نہیں ہوئی وہ سب دہشت زدہ

نظروں سے پھولن کی بے بسی کا تماشہ دیکھتے رہے پھولن کی چیخوں کے درمیان جیپ اسٹارٹ ہوئی اور گرد اڑاتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

کالپی پولیس اسٹیشن پہنچ کر پھولن دیوی کو حوالات میں بند کر دیا گیا حوالات میں تین ڈاکو بند تھے اس بات کا خیال نہیں کیا گیا کہ ایک پندرہ سولہ سالہ لڑکی کو ڈاکوؤں کے ساتھ ایک ہی حوالات میں بند کرنا نامناسب نہیں تھا.............سہمی ہوئی خوف زدہ پھولن ایک کونے میں سکڑ کر بیٹھ گئی تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی نے حوالات کا دروازہ کھولا اور پھولن سے مخاطب ہو کر بولا چل میرے ساتھ تیرا بیان لینا ہے۔

پھولن خاموشی سے اٹھی اور سپاہی کے ساتھ چل پڑی سپاہی نے حوالات کے دروازے کو تالا لگایا اور پھولن کو ایک الگ کمرے میں

لے گیۓ وہاں ایک افسر نے پھولن کا چارج سنبھال لیا۔

اس نے پھولن کا جائزہ لیا پھر بولا۔.........اچھا.........تو یہ ہے پھولن دیوی تیرے خلاف مایا دین نے چوری کا پرچہ کٹوایا ہے کیا لگتا ہے وہ تیرا۔؟

پھولن نے سہمی نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور بولی تایا کا بیٹا ہے.جی پر جی میں نے چوری نہیں کی میں بے قصور ہوں مایا دین میرا دشمن ہو گیا ہے۔

پولیس افسر مسکرایا شروع میں سب یہی کہتے ہیں دھیرے دھیرے راستہ پر آجاتے ہیں یہ تو بتا مایا دین تیرا دشمن کیوں ہو گیا ہے وہ تو میں بھی نہ جانوں مجھ کو جائیداد کا چکر لگے ہے اس کے باپ نے میرے باپ کی زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے ہم نے دو دفعہ پنچایت بلائی تھی ایک دفعہ میرے باپ نے اور ایک دفعہ میں نے یہ بات مایا دین

کو اچھی نہیں لگی۔

تجھے کیسے پتہ چلا کہ یہ بات اسے اچھی نہیں لگی۔؟

حوالدار جی ایسی بات تو کسی کو بھی اچھی نہ لگے ہے پھولن نے کہا زمین

کون ہاتھ سے چھوڑے ہے۔

پولیس افسر سر ہلاتا ہوا بولا.........ہوں.........انہوں نے تیرے

باپ کی جائیداد چھپالی اور تم نے بدلے میں ان کے گھر سے زیورات

اور نقدی چرالی کہاں چھپا رکھا ہے مال۔؟

میں نے چوری نہیں کی جی۔

تو کیا تیرے باپ نے چوری کی ہے۔؟

ہمارے گھر میں کوئی چور نہیں ہے جی۔

پولیس افسر نے پھولن کے بال پکڑ لئے بولا سیدھے راستے پر آ جا

چھوکری یہ تھانہ ہے یہاں بڑے بڑوں کا پتا پانی ہو جاتا ہے اری

تو تو کل کی چھوکری ہے ایک جھٹکا بھی نہیں سہہ سکے گی خود ہی بتا دے

سب کچھ۔

پھولن دیوی نے زور سے چیخ ماری اور بال چھڑانے کی کوشش کرنے

لگی پولیس افسر نے زور سے قہقہہ لگایا بولا بڑا دم ہے تیرے اندر۔

بال چھڑا سکتی ہے میرے ہاتھ سے؟ یہ ہاتھ نہیں لوہے کا شکنجہ ہے لگا

زور میں بھی دیکھوں تو کتنے پانی میں ہے۔؟

چھوڑ میرے بال! پھولن چیخنے لگی چھوڑ دے میں چور نہیں ہوں میں

نے کسی کا مال نہیں چرایا مجھے چھوڑ دے۔

پولیس افسر نے اس کا منہ اپنے منہ کے سامنے کیا اور اس کی آنکھوں

میں آنکھیں ڈالتا ہوا بولا ابھی میں نے صرف بال ہی پکڑے ہیں یہ تو

ہماری پیار کی ادا ہے ابھی سے چیخنا شروع کر دیا۔

زور لگانے کی وجہ سے پھولن کی آنکھوں میں پانی اتر آیا لیکن وہ اپنے

بال نہیں چھوڑا اسکی تب اس نے کشمکش .... ترک کر دی۔

پولیس افسر نے اس کے بال چھوڑ دیئے بولا اب ٹھیک ہے یہاں کسی کا ہاتھ روکنے کی کوشش کرے گی تو زیادہ تکلیف اٹھائے گی تجھی سکھ چند کو جانتی ہو۔

پھولن دونوں ہاتھوں سے سر دباتی ہوئی بولی کون سا سکھ چند۔؟

بڑی جلدی بھول گئی ہو سکھ چند کواری وہی سکھ چند جسے تو نے کھیتوں میں روک لیا تھا۔

پھر کیا ہوا تھا۔؟

ہوتا کیا۔ اس نے بری نیت سے میرا بازو پکڑ لیا میں نے صورت حرام کے منہ پر تھوکا اور گھر کو بھاگی۔

پھر کیا ہوا۔؟

وہ میرے پیچھے بھاگا اور مجھے پکڑ کر مارنے لگا تو نے رپٹ نہیں لکھوائی

گریبوں کو کون پوچھے ہے جی۔
کیا نام ہے تیرے پتی کا۔؟ وہ تیری ضمانت کروانے کیوں نہیں آیا؟
کیلاش نام ہے جی اس کا۔ دوسرے گاؤں میں رہوے ہے۔
یہ تو نے پہلے والے کا نام بتایا ہے یا دوسرے کا۔؟
پھولن ہچکچائی پھر اس نے بتا دینا ہی مناسب سمجھا۔
پہلے والے کا نام پتی لعل تھا جی اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔
طول پوچھ گچھ کے بعد پھولن کو دوبارہ حوالات میں بند کر دیا گیا وہاں ڈاکوؤں نے سوالات شروع کر دیئے لیکن اس نے کسی بات کا جواب نہیں دیا اور ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگی رات کے کھانے کے بعد ایک سپاہی دوبارہ اسے پوچھ گچھ کے لئے لے گیا اس مرتبہ وہاں دوسرا پولیس افسر تھا۔
اس نے پھولن کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ تو نے چوری ڈکیتی کا دھندا کب

سے شروع کیا ہے؟

پھولن ہاتھ جوڑتی ہوئی بولی میں نے چوری نہیں کی جی مجھے دشمن میں پکڑوایا گیا ہے۔

پولیس افسر اس کے منہ پر تھپڑ مارتا ہوا بولا پیارے سب کچھ بتا دے مال کدھر چھپا رکھا ہے تو نے۔؟

میں بے گناہ ہوں جی۔

تیرے ساتھیوں کا نام کیا ہے۔

کون سے ساتھی مہاراج۔

پولیس افسر نے پھولن کا بازو مروڑ کر کمر کیساتھ لگا دیا وہ درد کی شدت سے کراہتی ہوئی پولیس افسر کے ساتھ لگ گئی تیرے ساتھی جو واردات میں تیرے ساتھ تھے۔

میں نے.........میں نے کوئی واردات نہیں کی جی میں نے کسی کا

مال نہیں چرایا۔

پولیس افسر مسکرایا اور پھولن کا دوسرا بازو بھی موڑ کر اس کی پشت سے لگا دیا پھولن کو درد کی شدت کم کرنے کے لئے پنجوں کے بل کھڑا ہونا پڑا۔

کبھی مرغی دیکھی ہے تو نے پولیس افسر نے پوچھا۔

دیکھی ہے جی۔

ذرا بن کر تو دکھاؤ۔

پھولن کے چہرے پر حیرت ابھر آئی بولی میں سمجھی نہیں جی۔..........

پولیس افسر نے اسکے بازو چھوڑ دیئے اور گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے سر کو دباتا چلا گیا یہاں تک کہ پھولن کا سر زمین کے ساتھ لگ گیا

مرغی بن کر دکھا مرغی..........

پھولن نے پس و پیش کی تو پولیس افسر نے اس کے ساتھ ایسا سلوک

کرنا شروع جس کے بیان کی تہذیب اجازت نہیں دیتی لمحہ بھر کے بعد رات کے سناٹے میں پھولن کے منہ سے نکلنے والی گالیاں اور چیخیں گونجنے لگیں تھانے کی عمارت کے اندر اس قسم کی چیخیں روز مرہ کا معمول تھیں پھولن نے اپنی عزت بچانے کے لئے ہر طرح ہاتھ پیر چلائے، شور مچایا، واسطے دیئے بھیڑیوں پر کچھ اثر نہ ہوا وہ اس کی مزاحمت اور چیخوں سے محظوظ ہوتے رہے اور رات کی تاریکی ان کے چہروں کو اور زیادہ بھیانک بناتی رہی۔

پھولن کو کچھ یاد نہیں رہا کہ رات کے کس حصہ میں اسے دوبارہ حوالات کی کوٹھڑی میں پھینک دیا گیا اس کے حواس معطل ہو چکے تھے اور انگ انگ سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں وہ ایک کونے میں بیٹھ کر سوچنے لگی کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں قانون کی سربلندی کا کام جن کے سپرد کیا گیا ہے کیا یہی لوگ معاشرے کو سدھارنے والے اور مجرموں کو گرفت میں

لانے والے ہیں۔؟

حوالات میں موجود تینوں ڈاکو پھولن کی چیخیں سن چکے تھے جب پھولن کو دوبارہ حوالات میں لایا گیا تو وہ چپ لیٹے رہے اس وقت پھولن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار بھی نہیں کر سکتے تھے ایسے موقع پر اظہار ہمدردی بھی نشتر بن جاتا ہے۔

دوسری رات بھی تھانے کے درودیوار نے پھولن کی چیخیں اور سپاہیوں کے قہقہے سنے رات کی تاریکی میں اس کے زخم ایک بار پھر جل اٹھے ان زخموں کی چمک میں اس نے کچھ نئے چہرے دیکھے وہ بے بس اور مجبور تھی وقت کے بے رحم ہاتھوں کو اپنے زخموں کو کریدنے سے روک نہیں سکتی تھی۔

تیسری صبح جب اسے عدالت میں پیش کرنے کے لئے حوالات سے نکالا گیا تو وہ اونگھ رہی تھی دو راتوں تک جاگنے اور نشانہ ستم بننے کے

بعد اس کے حواس معطل ہو چکے تھے اسے اپنے گرد و پیش کی ہر شے نئی اور عجیب لگ رہی تھی پولیس اسے ایک قریبی شہر اورایا لے گئی اور وہاں عدالت میں پیش کر کے اس کا ریمانڈ حاصل کرنے کی کوشش کی یعنی پولیس کو مقدمے کا چالان تیار کرنے کے لئے وقت درکار تھا عدالت میں پھولن کی طرف سے نہ تو کوئی وکیل پیش ہوا اور نہ ہی کوئی گواہ مجسٹریٹ نے پولیس کا بیان سننے کے بعد پھولن دیوی کو عدالتی ریمانڈ پر اورایا کی جیل بھیج دیا۔

جیل کے عملے نے بھی پھولن کے ساتھ وہی سلوک کیا جو پولیس کر چکی تھی بہیمانہ اور شرمناک سلوک رو رو کر اس کے آنسو بھی خشک ہو گئے احتجاج کے طور پر اس نے جیل کے اندر مرن برت رکھ لیا یعنی کھانا پینا چھوڑ دیا لیکن اس کے احتجاج کی کوئی پرواہ نہیں کی گئی کیونکہ اس وقت وہ ایک گمنام اور بے بس پھولن دیوی تھی اس کی ساتھ والی کوٹھڑی میں

رہنے والے قیدی بھی اس کا نام نہیں جانتے تھے جیل کے اندر اسے ایک ایسی شراب مفت سمجھ لیا گیا جسے ہر شخص پی سکتا تھا نہ صرف جیل کا عملہ بلکہ نمبردار قسم کے قیدی بھی اسے ہر قسم کے گندے ہاتھوں نے کھلونا بنایا اگر وہ احتجاج کرتی تو اسے بری طرح مارا پیٹا جاتا۔

چند روز بعد پھولن دیوی کے باپ دیو دین کی غیرت بھی جاگ گئی اور وہ بیٹی کی ضمانت کے لئے ادھر اُدھر بھاگ دوڑ کرنے لگا۔

زیمان نامی گاؤں میں دو صاحب حیثیت ٹھاکر رہتے تھے ان میں سے ایک کا نام نرائن سنگھ اور دوسرے کا نام جے کرن سنگھ تھا دیو دین کچھ عرصے ان ٹھاکروں کے پاس ملازمت کرتا رہا تھا ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد دیو دین ان کے پاس پہنچا اور پھولن دیوی کی رہائی کے لئے انہیں اپنا اثر رسوخ استعمال کرنے کے لئے کہا۔

نرائن سنگھ نے پوچھا اصل معاملہ کیا ہے؟

بات صرف اتنی ہے جی کہ میرا بھائی ہمارا دشمن ہو گیا ہے دیو دین نے کہا اس کے بیٹے مایا دین نے پھولن کے خلاف چوری کی جھوٹی رپٹ لکھوائی ہے۔

تجھے کیا پتا کہ رپٹ جھوٹی ہے یا سچی؟ نرائن سنگھ نے کہا ہو سکتا ہے کہ تیری لڑکی ڈاکوؤں کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔

وادی چنبل کے دیہاتوں کا کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس کا کسی نہ کسی رنگ میں ڈاکوؤں سے واسطہ نہ ہو بعض گھروں کے نوجوان کسی چھوٹے موٹے جرم میں ملوث ہونے کی وجہ سے وادی میں روپوش ہو جاتے ہیں اور عادی مجرموں کے ساتھ مل کر ڈاکو بن جاتے ہیں بعضوں کو ڈاکوؤں کی طرف سے مدد ملتی ہے اور وہ ان کے لئے مخبری کرتے ہیں بعض ڈاکوؤں کے ستم کا نشانہ بنتے ہیں اور انتقام کے لئے دوسرے گروہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

دیو دین ہاتھ جوڑتا ہوا بولا میں اپنی بیٹی کو اچھی طرح جانوں ہوں مہاراج جبان کی تیج جرور ہے پر چور نہیں ہے۔

جے کرن سنگھ بولا۔ تو اپنے بھائی سے مل کر تصفیہ کیوں نہیں کر لیتا اس کے پیر پکڑ لے جا کے۔

میں بات کر چکا ہوں جی اس کا بیٹا مایا دین نہ مانے ہے وہ پھولن کا دشمن ہو گیا ہے کوئی بات نہ سنے ہے آپ کو بھگوان نے بڑی اجت دی ہے آپ ہی کچھ کریں جی۔

نرائن سنگھ غصے سے بولا کوئی اور دروازہ دیکھ دیو دین ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے۔

دیو دین اس وقت تو چلا گیا لیکن دوسرے دن پھر اس دروازے پر آن موجود ہوا کئی دن کی منت سماجت کے بعد وہ ٹھاکر ان کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

دیو دین۔ جے کرن سنگھ نے کہا اس کام میں تو بہت پیسہ خرچ ہوگا وہ کون دے گا تمہیں تو پتا ہی ہے کہ پولیس والے نوٹ پہلے وصول کرتے ہیں اور بات بعد میں کرتے ہیں۔

دیو دین اس کے پیر چھوتا ہوا بولا آپ کی پائی پائی چکا دوں گا مہاراج نہیں تو پھولن آپ کے گھر میں کام کاج کر دیا کرے گی آپ کوئی چنتا نہ کریں۔

تیری بیٹی کی عمر کتنی ہے۔

یہی کوئی سترہ اٹھارہ برس کی ہو گی جی۔

ٹھاکر برادران نے پرخیال نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

صرف سترہ اٹھارہ برس! نرائن سنگھ نے کہا اور اس عمر میں یہ لچھن ہیں اس کے آدمی کیا کرتا ہے اس کا۔؟

کچھ نہ پوچھو مہاراج یہ چھوکری سارے کنبے کے لئے مصیبت بنی

ہوئی ہے اپنے آدمی کو چھوڑ کر بھاگ آئی تھی اس نے دوسری عورت کر

لی یہاں پر مایا دین اس کا دشمن ہو گیا پنچایت نے اسے تیو گا بھیج دیا

وہاں بھی اس نے گل کھلائے اور چوری چھپے ایک آدمی کے ساتھ

شادی کر لی وہ بیوی بچوں والا تھا اس کے گھر والوں نے اسے دھکے

دے کر گھر سے نکال دیا۔

نرائن سنگھ سر ہلاتا ہوا بولا اچھا............تیری چھوکری کے لئے کچھ کرنا

ہی پڑے گا۔

دیو دین انہیں دعا دیتا ہوا رخصت ہو گیا ٹھاکر برادران نے ایک وکیل

کے ذریعہ پھولن کی ضمانت کروائی اور جیل سے رہا کروا کے اسے اپنے

گاؤں لے گئے۔

پھولن دیوی کے تین ہفتے جیل میں گزرے تھے وہ نہایت دل شکستہ

اداس اور چپ چپ تھی تاہم اس کی آنکھوں میں ٹھاکر برادران کے
لئے تشکر کے جذبات تھے لیکن ٹھاکر برادران کی آنکھیں کہہ رہی تھیں
مسکرا دینے سے کب چلتے ہیں کام بندہ پرور مہربانی اور ہے وہ پھولن کو
ایک خالی مکان میں لے گئے اور اپنی مہربانیہ کا معاوضہ وصول کرنے
کی کوشش کرنے لگے۔

پھولن نے راہ فرار کی تلاش میں ادھر اُدھر دیکھا لیکن سب دروازے
بند تھے سنگھ برادران نے قہقہہ لگایا اور خمار آلود نظروں سے پھولن کو
گھورتے ہوئے اس کی طرف بڑھے اب ان کے دلی ارادے کھل کر
سامنے آگئے تھے پھولن نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو ایک زور
دار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا وہ ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی ان چیخوں
کے جواب میں سنگھ برادران نے لاتوں اور گھونسوں سے اس کی
مرمت شروع کردی۔

چند منٹوں کے اندر پھولن کی قوت مزاحمت دم توڑ گئی وہ گھونسوں اور لاتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے فرش پر ڈھیر ہو گئی اس کا چہرہ چوٹوں کی وجہ سے سوج گیا تھا اور کئی جگہوں سے جلد پھٹ گئی تھی وہ دہشت زدہ نظروں سے دونوں بھائیوں کو دیکھنے لگی۔

اری چھوری ہم تو تیرے ضمانتی ہیں تیرے محسن ہیں تجھے جیل سے چھڑا کرلائے ہیں تیرے اپنے ہیں یہ شرمانا لجانا چھوڑ مورکھ تین ہفتے جیل میں رہنے کے بعد بھی شرماتی ہے۔

جب دن کا اجالا پھیلا تو دونوں ٹھاکر پھولن کو اس خالی مکان کے اندر بند کر کے رخصت ہو گئے پھولن دوپہر تک خواب اور بے خوابی کی کیفیت میں وہاں پڑی رہی اس کی چوٹوں سے ٹیسیں اٹھتی رہیں اس نے اس کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا جو ٹھاکر وہاں چھوڑ گئے تھے جب دن ڈھلنے لگا تو اس کی پریشانی بڑھی اسے معلوم تھا کہ سنگھ برادران

رات ہوتے ہی وہاں پہنچ جائیں گے یہ سوچ کر وہ اٹھی اور قید خانے سے نکلنے کی کوئی راہ تلاش کرنے لگی اور یہ راہ اسے تھوڑی سی کوشش کے بعد ہی مل گئی تھا کروں نے زیادہ مضبوط انتظام نہیں کیا تھا ان کا خیال تھا کہ وہ بے سہارا اور کمزور لڑکی نہیں جاسکتی تھی۔

پھولن اس قید خانے سے نکلی تو اس کی پریشانی پہلے سے بڑھ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں جائے باپ کا گھر اسے مکڑی کے جالے سے بھی کمزور محسوس ہوا تھا کہ اسے دوبارہ واپس لے جاسکتے تھے اگر وہ مزاحمت کرتی تو وہ اس کی ضمانت منسوخ کر دیتے اور اسے دوبارہ جیل جانا پڑتا یہاں دو بھیڑیئے تھے اور وہاں کئی بھیڑیئے تھے اس کے قدم رک رک جاتے تھے کئی بار اس کے جی میں آیا کہ واپس اس قفس میں چلی جائے جس سے نکل بھاگی تھی۔

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے تیوگا نامی گاؤں کا رخ کر لیا حالانکہ وہ

ایک بار پہلے وہاں سے نکالی جا چکی تھی اس کے دل میں امید کی ایک موہوم سی کرن روشن تھی شاید کیلاش کے گھر والوں کو اس پر رحم آ جائے جب وہ کیلاش کے دروازے پر پہنچی بھوک تھکن اور بے خوابی کی وجہ سے نڈھال ہو چکی تھی اور اس کا بدن بخار میں پھنک رہا تھا کیلاش کی بیوی اور اس کے رشتے داروں نے جب اسے دیکھا تو شور مچا دیا وہ اسے ایک منٹ کے لئے بھی برداشت کرنے پر تیار نہیں تھے۔

نکل جا یہاں سے کیلاش کی بیوی چلائی یہاں تیرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے آوارہ کمینی تجھے اور کوئی گھر نہیں ملا۔؟

بھگوان کے لئے مجھ پر رحم کرو، پھولن نے التجا کی میرے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے وہ سب مجھے مار ڈالیں گے میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگی ہوں کیلاش میری مدد کرو میں تمہاری دھرم پتنی ہوں مجھ کو اپنے گھر سے مت نکالو میرے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے ادھر سارا

گاؤں میرا دشمن ہو گیا ہے کوئی بھی اپنا نہیں رہا۔

کیلاش پریشان ہو گیا وہ پھولن کی مدد نہیں کر سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ

گاؤں کا کوئی گھر پھولن کو پناہ دینے پر تیار نہیں ہوگا نہ ہی وہ اسے اپنے

گھر میں رکھ سکتا تھا اس کے رشتے دار اس معاملے میں کوئی بات سننے

پر تیار نہیں تھے اور اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ان سے اپنی

کوئی بات منوا سکتا۔

پھولن تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا اس

نے کہا تم کیا سوچ کر یہاں آئی ہو کیا تمہیں یہاں کے حالات معلوم

نہیں تھے تمہیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔

میں جان بچا کے بھاگی ہوں پھولن نے روتے ہوئے کہا۔

ظالموں نے مجھے ایک گھر میں بند کر رکھا تھا میں نے دو راتوں سے

کچھ نہیں کھایا کیا تجھے میری حالت نظر نہیں آرہی ہے؟ دیکھ تو مجھے کتنا تیز

بخار ہے۔

کیلاش نے اس کی نبض دیکھی اور اپنی بیوی سے بولا اسے تو واقعی

بہت تیز بخار ہے۔

ارے میری جوتی سے.........بیوی بولی بخار ہے تو ہوا کرے یہ کوئی

دواخانہ نہیں ہے باہر پھینک اس بیماری کو۔

کیلاش نے ڈرتے ڈرتے کہا بخار میں کہاں جائے گی ایک رات رہ

لینے دے کل صبح واپس چلی جائے گی۔

میں تو اس کی ٹانگیں توڑ دوں گی اگر تجھے اس کے ساتھ ہمدردی ہے

تو تو بھی نکل جا میں اس نحوست کو یہاں نہیں رکھ سکتی ارے جس کے

لئے اس کے باپ کے گھر میں جگہ نہیں ہے اسے ہم کیوں رکھیں۔

پھولن دیوی سے محبت کا دم بھرنے والے کیلاش نے بھی آنکھیں پھیر

لیں وہ بیوی کو ایک طرف لے جا کر بولا زیادہ شور مت مچا میں ابھی

اس کا بندوبست کرتا ہوں۔

پھر اس نے اپنے ایک رشتے دار کو خفیہ پیغام دے کر ڈاکوؤں کے اڈے پر بھیج دیا۔

کیلاش کی بیوی اور اس کے رشتے دار چپ ہو گئے کیلاش نے پھولن سے کہا اس نے اپنے ایک دوست کے گھر میں اس کی رہائش کا انتظام کیا ہے وہ تھوڑی دیر میں اسے آ کر لے جائے گا تھکن سے چور پھولن دیوی کو تسلی کی کوئی بھی بات دھوکا دے سکتی تھی وہ ایک کونے میں بیٹھ کا انتظار کرنے لگی کیلاش نے اسے کچھ بچا کھچا کھانا لا کر دیا اور اس سے حال احوال پوچھنے لگا پھولن نے اپنی گرفتاری اور ضمانت لینے والوں کی ہوس پرستی کا سارا قصہ سنا دیا۔

یہ سن کر کیلاش نے چالاکی سے کہا پھر تو تیرا گاؤں میں رہنا ٹھیک نہیں میں تجھے ایسی جگہ بھجوا دیتا ہوں جہاں ٹھاکروں کے ناپاک ہاتھ تجھ

تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

کیلاش کیا تو اب بھی میرے سے محبت کرتے ہے؟ پھولن نے

پوچھا۔

کیلاش نے جواب دینے میں تامل کیا اسے معلوم تھا کہ اس کی بیوی

چھپ کر ان کی باتیں سن رہی ہو گی بولا تو نے کوئی دوائی بھی کھائی ہے

یا نہیں۔

دوائی! پھولن نے کہا تم بھی عجیب بات کرو ہو دوائی کہاں سے ملتی

سیدھی یہیں پر آئی ہوں تیرے پاس کوئی دوائی ہو تو لے آ۔

میرے پاس تو دوائی نہیں ہے میں اپنے دوست سے کہہ دوں گا کہ وہ

تجھے دوائی وغیرہ دے دے اب تو کوئی چنتا نہ کر سب ٹھیک ہو جائے

گا۔

کچھ دیر بعد ایک بیل گاڑی کیلاش کے دروازے پر پہنچی جس میں دو

تندمند نوجوان سوار تھے کیلاش فوراً باہر گیا اور دونوں نوجوانوں کے ساتھ رازدارانہ انداز میں کچھ دیر تک باتیں کرتا رہا پھر اندر جا کر پھولن کو ساتھ لایا اور بیل گاڑی میں سوار کرا دیا ایک نوجوان نے بیلوں کو چابک دکھایا اور بیل گاڑی اپنی مخصوص آواز نکالتی ہوئی واپس چل پڑی پھولن دیوی بیل گاڑی پر سوار ہوتے ہی چادر لپیٹ کر لیٹ گئی اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ بیل گاڑی کہاں جا رہی تھی نہ ہی اسے اس بات کی فکر تھی۔

بیل گاڑی گاؤں کی حدود سے نکل کر گھاٹیوں میں داخل ہو گئی یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کو وادی چنبل کی تھوڑی سی تفصیل بتا دی جائے۔

وادی چنبل میں باغیوں کا سلسلہ بارہویں صدی سے شروع ہوتا ہے بارہویں صدی میں جب تومار حکمرانوں کو چوہانوں نے دلی سے مار

بھگایا تو انہوں نے اس وادی میں پناہ لی اور یہاں بیٹھ کر چھاپہ مار جنگ لڑتے رہے اور اونچی نیچی گھاٹیوں اور بھول بھلیوں میں اگر کوئی انجان آدمی داخل ہو جائے تو اس کے لئے واپسی کا راستہ تلاش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

پندرہویں صدی میں جب مغل فاتحین نے ہندوستان فتح کیا تو ہندو شہزادوں نے ان گھاٹیوں میں پناہ لی ہندوستان کی حکومتیں وقتاً فوقتاً اس علاقے کو باغیوں اور ڈاکوؤں سے صاف کرنے کی کوششیں کرتی رہی ہیں لیکن آج تک یہ علاقہ ڈاکوؤں کی آماجگاہ ہے اس کی جملہ وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اردگرد کے دیہات میں رہنے والے لوگ ڈاکوؤں کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرتے ہیں نہ صرف کھانا پینا، راشن اور پناہ فراہم کرتے ہیں بلکہ انہیں پولیس کی نقل و حرکت سے آگاہ بھی کرتے رہتے ہیں بیشتر دیہاتی انہیں اپنے

ہیرو اور مجاہدین آزادی سمجھتے ہیں یہ تھا اس وادی کا کچھ احوال۔ جس کی طرف پھولن دیوی کی بیل گاڑی رواں دواں تھی ایک لمبا فاصلہ طے کرنے کے بعد بیل گاڑی رک گئی اور گاڑی بان۔ جس کا نام ہم شنکر فرض کر لیتے ہیں پھولن کو بتانے لگا کہ آگے کا راستہ پیدل طے کرنا پڑے گا۔

کھانا کھانے اور گاڑی پر آرام کرنے کی وجہ سے پھولن پہلے سے کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی اس نے شک آلود نظروں سے شنکر کو گھورا اور ارد گرد دیکھتی ہوئی بولی یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو۔

دیوی جی، ہمارے کو آنکھیں مت دکھاؤ شنکر بولا ہم تو تمہیں نہیں لائے تم خود ہی ہمارے ساتھ آئی ہو کہو تو واپس چھوڑ آئیں لیکن اب کیلاش اپنا دروازہ نہیں کھولے گا۔

پھولن سنبھل کر بیٹھ گئی پر یہ جگہ کون سی ہے۔

یہ جنگل ہے جی اس میں ٹیلے اور گھاٹیاں ہیں آگے دریا بھی ہے پر اس کا کوئی نام نہیں ہے شاید ہو بھی مگر ہم نہیں جانتے۔

اور تو کہوے ہے کہ آگے پیدل چلنا پڑے گا پھولن نے کہا۔

ہم نے یہی کہا ہے جی۔

پرنتو کیوں بیل گاڑی نہ جاوے ہے آگے؟

بیل گاڑی یوں نہ آگے جا سکے کہ اس کے پہیئے بہت چوڑے ہیں اور راستہ تنگ ہے تو پھر کوئی دوسرا راستہ دیکھ لے نا۔

ہم کو نجر نہ آوے ہے دوسرا راستہ تیری نجر جیادہ تیز ہووے تو تو دیکھ لے۔

میرے ساتھ ٹھیک سے بات کر پھولن نے کہا میں پہلے ہی بہت دکھی ہوں اس وادی میں رہنے والے سب دکھی ہیں دیوی جی شنکر نے کہا خود سوچو، کون اپنا گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں بستا ہے لیکن ہم اس دکھ کو

جان سے نہیں لگاتے خوب ہنستے ہیں شور مچاتے ہیں قہقہے لگاتے ہیں اور جنگل میں منگل کر دیتے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ بیل گاڑی کو واپس موڑنے لگا پھولن تذبذب میں پڑ گئی واپس چلی جائے یا آگے کا سفر جاری رکھے۔

تو چلیں پھر............شنکر نے پوچھا۔

میری طبیعت خراب ہے اگر میں رستہ میں گر پڑی تو پھر کیا ہوگا۔؟

ہوگا کیا..........ہم تجھے کندھوں پر اٹھالیں گے بالآخر پھولن شنکر کے پیچھے چل پڑی اس کی طبیعت خراب تھی اور وہ ناہموار کچے رستہ پر لڑکھڑاتی ہوئی چل رہی تھی اس کا لباس خودرو جھاڑیوں سے بار بار الجھ رہا تھا وہ کافی دیر تک ٹیلوں، جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان ٹیڑھے میڑھے رستے پر چلتے رہے بالآخر دونوں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چند خیمے نصب تھے۔

اس وقت رات ہو چکی تھی اور چند افراد الاؤ کے گرد بیٹھے تھے ان میں
سے ایک شخص پھولن کی پذیرائی کے لئے اٹھا پھولن اسے پہلے بھی دیکھ
چکی تھی وہ وکرم ملاح تھا جسے اس نے کوہانی نامی گاؤں میں دیکھا تھا
آؤ.........آؤ.........پھولن دیوی وکرم ملاح نے کہا اس بدمعاش
نے تمہیں راستے میں تنگ تو نہیں کیا؟
نہیں اس نے میرے ساتھ کوئی چھیڑ خانی نہیں کی۔ پھولن زمین پر
بیٹھتی ہوئی بولی شریف آدمی لگتا ہے وکرم ملاح نے قہقہہ لگایا بولا
اس دنیا میں کوئی بھی شریف نہیں ہے سب مطلب کے یار ہیں میں
بھی شریف نہیں ہوں تو بھی شریف نہیں ہے
.........ہو ہو.........یہاں جو شریف بننے کی کوشش کرتا ہے وہ
دھوکا کھاتا ہے ذلیل ہوتا ہے گولی کھاتا ہے یا جیل جاتا ہے چھوڑ ان
باتوں کو.........طبیعت کیسی ہے تیری بول کچھ کھائے پئے گی

یا آرام کرے گی۔؟

میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے پھولن نے کہا میں آرام کروں گی۔

اتنے میں ایک بارعب شخص خیمہ سے نکلا اور جھومتا جھامتا پھولن کے سامنے جا کھڑا ہوا الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے ڈاکو جو وکرم ملاح کی باتوں پر قہقہہ لگا رہے تھے ایک دم چپ ہو گئے اور پھولن کی طرف متوقع نظروں سے دیکھنے لگے۔

یہ ہمارا سردار ہے پھولن دیوی، وکرم ملاح نے کہا بابو گجر اس کا نام ہے اٹھ کر اسے پرنام کر۔

لیکن قبل اس کے کہ پھولن کھڑی ہوتی بابو گجر نے پھولن کی چادر کو مضبوط مٹھی میں جکڑا اور ایک جھٹکے سے اسے سیدھا کھڑا کر دیا بلکہ کچھ اونچا ہی کر دیا پھولن کو تکلیف سے بچنے کے لئے پنجوں کے بل کھڑا ہونا پڑا بابو گجر نے کچھ اس طرح پھولن کے چہرے کا جائزہ لیا جیسے

قصائی بکری کا جائزہ لیتا ہے۔

کیوں ری سندری کیا نام ہے تیرا۔؟

نام پوچھے ہے یا جان لیوے ہے۔ پھولن نے کہا۔

میرا نام پھولن دیوی ہے چادر تو چھوڑ میری۔

الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے ڈاکوؤں نے زوردار قہقہہ لگایا بابو گجر نے پھولن کو چھوڑ دیا اور بولا اس کو کسی نے کچھ کھانے پینے کو بھی دیا ہے یا نہیں؟! انداز ایسا ہی تھا جیسے بھیڑ بکری کے چارے کی بات کر رہا ہو۔

یہ بیمار ہے استاد۔ شنکر نے کہا اسے تاپ چڑھا ہوا ہے۔

چار دن ہمارے پاس رہے گی تو سارا تاپ اتر جائے گا بابو گجر نے کہا اور پھولن کے ماتھے کو چھو کر دیکھا و کرم! اسے خیمہ میں لے جا اور دو گولیاں بھی کھلا دینا پھر وہ پھولن سے مخاطب ہوا کچھ کھائے پئے گی بھوک لگی ہے۔

پھولن نے نفی میں سر ہلایا میں کچھ نہیں کھاؤں گی صرف آرام کروں گی
ٹھیک ہے ٹھیک ہے بابو گجر نے کہا خوب آرام کر پر دوائی ضرور کھالینا
اوئے شنکرا سے ایک گلاس دودھ دے دینا۔

پھولن نے دوائی کھائی دودھ پیا اور خیمہ میں جا کر سوگئی دو راتیں آرام
کرنے کے بعد اس کا بخار اتر گیا اور وہ خود کو ہشاش بشاش محسوس
کرنے لگی تاہم وہ بابو گجر کے رویئے سے بہت خوف زدہ تھی اور جلد
وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی اس نے ڈاکوؤں سے باتوں باتوں میں
واپسی کے راستے کے بارے میں بھی پوچھ لیا تھا۔

تیسرے روز رات کے کھانے کے بعد بابو گجر نے خواب شراب پی
پھولن سمجھ گئی کہ وہ کیا چاہتا ہے وہ اس سے پہلے بھی اس قسم کی بھیانک
صورت حال سے دوچار ہو چکی تھی اس نے اپنی عزت بچانے کے
لئے مزاحمت بھی کی تھی اور بری طرح مار بھی کھائی تھی اس جنگل میں تو

اس کے لئے کوئی جائے پناہ بھی نہیں تھی۔

جب اس کی ترمستیاں حد سے بڑھیں تو پھولن جان بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگنے لگی ایک : اکونے اس کے راستے میں ٹانگ اڑا دی وہ منہ کے بل گری لیکن چوٹوں کی پرواکئے بغیر فوراً اٹھ کر بھاگنے لگی مگر بابو گجر نے اس کے بال پکڑ لئے اور قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے منہ پہ چند تھپڑ لگائے۔

ہاں ری چھوری ، اس نے کہا دیکھو تو کتنا دم ہے تیرے اندر ۔؟

پھولن خوف زدہ نظروں سے بابو گجر کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ چھوڑ دے مجھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مم ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تیرے دوست کی بیوی ہوں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیلاش کی بیوی۔

لیکن بابو گجر نے کچھ نہیں سنا وہ اسے گھسیٹتا ہوا اپنے خیمے کی طرف لے چلا اور رات پہلے سے زیادہ تاریک ہو گئی چند گھنٹوں کے بعد وہ

گھٹنوں میں سر دیئے اپنی حالت پر افسوس کر رہی تھی کیا زمین پر اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں؟ بھوکے بھیڑیئے کب تک اس کی بوٹیاں نوچتے رہیں گے اس نے سوچا کیا اسے انہی ڈاکوؤں کو اپنا مقدر سمجھ لینا چاہیے یا وہاں سے بھاگ جانا بہتر ہے؟ وہ پولیس مقابلوں میں ڈاکوؤں کی ہلاکت کے قصے سن چکی تھی پولیس ڈاکوؤں کے معاملے میں بہت بے رحم تھی اس ضمن میں عورت اور مرد کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی تھی بلکہ عورتوں کے ساتھ زیادہ بے رحمی کا سلوک کیا جاتا تھا۔

یہ سب کچھ سوچ کر اس نے بھاگ جانا ہی مناسب سمجھا اس وقت تمام ڈاکو سو چکے تھے اور جس خیمہ میں وہ بیٹھی تھی اس میں بابو گجر کے خراٹوں کی آواز گونج رہی تھی وہ چپکے سے باہر نکلی اور ایک طرف چل پڑی ابھی وہ چند قدم ہی چلی تھی کہ اس کے کانوں میں ایک تحکمانہ

آواز ابھری۔

رک جاؤ کون ہو تم؟ وہ کوئی رات کی ڈیوٹی والا ڈاکو تھا۔

پھولن گھبرا کر بولی۔ میں ہوں پھولن دیوی۔

ڈاکو نے رائفل نیچے کر لی اور بولا اچھا اچھا تو پھولن دیوی ہے کسے ڈھونڈ رہی ہے اس وقت۔؟

میں ذرا جنگل پھرنے جا رہی ہوں پھولن نے بہانہ کیا۔

اس ٹیلے کے پیچھے چلی جاؤ ڈاکو نے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کیا لیکن زیادہ دور تک مت جائیو راستہ بھول جائے گی۔

اگر راستہ بھول گئی تو تجھے آواز دے لوں گی پھولن نے کہا اور ٹیلے کی اوٹ میں چلی گئی وہاں پہنچ کر اس نے سمت کا تعین کیا اور اپنی رفتار تیز کر دی تاہم وہ محتاط انداز میں قدم اٹھا رہی تھی جھاڑیوں اور پودوں سے بچتی بچاتی چل رہی تھی ذرا سی غلطی پہرہ دینے والے ڈاکو کے

کان کھڑے کر سکتی تھی۔

دوسرے ٹیلے کے عقب میں پہنچنے کے بعد اس نے دوڑ لگا دی پھر وہ دوڑتی ہی چلی گئی اس نے نہ تو تاریکی کی پروا کی اور نہ ہی جنگلی جانوروں کی کیونکہ جس جانور سے جان بچا کر وہ بھاگ رہی تھی وہ تمام جانوروں سے زیادہ خوفناک تھا۔

ایک طویل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد بالآخر وہ اپنے گاؤں پہنچ گئی اس کے گھر والے یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ ٹھاکروں کے گھر میں محفوظ تھی اس کی ماں نے جب اسے پریشانی کے عالم میں دیکھا تو سر پیٹ لیا۔

ہائے رام۔ اس نے کہا تجھے کیا ہوا کہاں سے آ رہی ہو اس وقت۔؟

پھولن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی بولی جیل سے چھوٹ کر آ رہی ہوں

تیرے باپ نے تو پانچ دن پہلے تیرے چھوٹنے کی خبر سنائی تھی تو آج

کون سی جیل سے چھوٹی ہے۔

تو نے میرے باپ سے یہ نہ پوچھا کہ وہ مجھے گھر کیوں نہیں لایا۔؟

پوچھا کیوں نہیں تھا۔ مولا نے کہا وہ کہوے تھا کہ ٹھاکروں نے تجھے اپنے گھر میں رکھ لیا ہے انہوں نے تیری ضمانت پہ جو پیسہ خرچ کیا ہے اس کے بدلے تو ان کے گھر میں چاکری کرے گی۔

انہوں نے اپنا پیسہ وصول کر لیا ہے۔

ابھی تو تو یوں کہوے تھی کہ تو جیل سے چھوٹ کر آئی ہے۔

تو کیا جانے ماں کہ اس دیس میں کتنی جیلیں ہیں پھولن نے کہا اب تو یہ دعا کر آگے خیریت ہو۔

اس نے اپنے ساتھ پیش آنے والے مظالم کی کہانیاں ماں کو نہیں سنائیں وہ یہ داغ کیسے دکھاتی ماں کے منہ پر کیسے وہ کالک ملتی جو اس کے منہ پر ملی جا چکی تھی اس نے سوچا وقت سارے زخموں کو مندمل کر

دے گا رفتہ رفتہ وہ ان دکھ بھری کہانیوں کو بھول جائے گی اسے زیادہ ڈر تھا کروں کا تھا لیکن وہ اس کے پیچھے نہیں آئے۔

چند روز کے بعد پھولن نے ایک بار پھر گھر کے کام سنبھال لیے اس کے علاوہ وہ اپنی چھوٹی بہنوں اور بھائی شیو نرائن کی دیکھ بھال بھی کرتی شیو نرائن سے اسے کچھ زیادہ ہی محبت تھی کیونکہ وہ اس کا اکلوتا بھائی تھا وہ بہت سیدھا لڑکا تھا اور کوئی غلط کام نہیں کرتا تھا پھولن جب مویشی چرانے جاتی تو اسے بھی ساتھ لے جاتی۔

وہاں پر دونوں اور کھیلوں کے علاوہ وہ کبڈی بھی کھیلتے اور خوب قہقہے لگاتے گو دونوں کی عمروں میں چھ سات سال کا فرق تھا لیکن پھولن ماں کی طرح چھوٹے بھائی کا خیال رکھتی تھی۔

جب اسے مقدمے کی پیشی کے سلسلے میں اورایا جانا پڑتا تو وہ شیو نرائن کو بھی ساتھ لے جاتی دونوں بیل گاڑی پر وہاں جاتے اور اگلی تاریخ

لے کر واپس آ جائے عدالت میں اس نے جے کرن سنگھ اور نرائن سنگھ کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا وہ اس کے ضمانتی تھے اور اگر وہ ضمانت منسوخ کر دیتے تو اسے دوبارہ جیل جانا پڑتا۔

اس دوران ساون کا موسم شروع ہو گیا اور بارشوں کی وجہ سے پھولن کو عدالت پہنچنے کے لئے خاص دشواری کا سامنا کرنا پڑتا لیکن عدالت میں حاضری دینا بہت ضروری تھا موسم خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو غیر حاضری کی صورت میں اس کی ضمانت منسوخ ہو سکتی تھی۔

جولائی ۱۹۷۹ء کی ایک شام جب بڑے زوروں کی بارش ہو رہی تھی گاؤں کے سرپنچ کا ایک ملازم دوڑتا ہوا پھولن کے گھر آیا وہ سر سے پیر تک پانی میں بھیگا ہوا تھا اور بری طرح ہانپ رہا تھا۔

اس نے آتے ہی کہا چچا دیودین چچا دیودین پھولن کا کچھ بندوبست کر لے۔

دیو دین گھبرا کر بولا۔ کیوں کیا ہوا؟
گھر کے دیگر افراد بھی وہاں جمع ہو گئے۔
دریا کے کنارے ڈاکوؤں نے ڈیرہ لگایا ہے اور گاؤں پر حملہ کرنے والے ہیں۔
پھولن بولی۔ پر تو میرا نام کیوں لیوے ہے۔؟
گاؤں کے ایک آدمی نے ڈاکوؤں کی زبانی تیرا نام سنا ہے ملازم نے کہا ایک ڈاکو کہہ رہا تھا یہ پھولن دیوی چیز کیا ہے ایک عورت ہی تو ہے ہم آج ہی اس کی ناک کاٹ دیں گے تاکہ وہ دوبارہ کسی کے ساتھ دھوکا نہ کر سکے۔
جب پھولن کے گھر والوں نے یہ بات سنی تو وہ پریشان ہو گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔
دیو دین نے پھولن سے کہا تجھے کہیں جا کر چھپ جانا چاہیے۔

تو کیسی باتیں کرے ہے پھولن نے کہا اس گاؤں میں مجھے کون پناہ دے گا لوگ تو میرے سائے سے بھی بھاگیں ہیں۔

تو جلدی سے تھانے چلا جا سوا نے شوہر کو مشورہ دیا چھپنے چھپانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا یہ ڈاکو سارے گاؤں کو مصیبت میں ڈالیں گے ابھی وقت ہے چپکے سے نکل جا۔

تیرا دماغ ٹھکانے پر ہے دیو دین نے کہا کچی تھانہ یہاں سے تین میل دور ہے اس بارش میں تو تین قدم چلنا بھی مشکل ہے ہا......... ہاو۔ اگر بھگوان نے بیٹا دیا ہوتا تو آج یہ مصیبت ہمارے سر پر نہ پڑتی۔

پھولن غصے سے بولی تیری ان باتوں نے ہی ہمیں مصیبت میں ڈال رکھا ہے جتنی مصیبتیں مجھ پر پڑی ہیں اگر بیٹے پر پڑتیں تو وہ اب تک ختم ہو چکا ہوتا بیٹھا رہ گھر کے اندر میں خود تھانے جاؤں گی بارش ہے تو کیا ہوا۔

تو اس بارش میں اکیلی گھر سے نکلے گی دیو دین نے کہا مت جا راستہ ٹھیک نہیں ہے۔

ہونہہ گھر میں بیٹھ کے تو ناک نہ کٹوائی جائے ہے مجھ سے۔

مولا نے شوہر سے کہا تو ہی ہمت کر لے کسی سے سائیکل مانگ کے لے جا۔

لیکن دیو دین تیار نہیں ہوا اس اثنا میں پھولن نے چادر سر پر ڈالی اور گھر سے نکل گئی باہر زوروں کی بارش تھی ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا کلینک وہاں سے تین میل کے فاصلے پر تھا پھولن نے یہ سارا فاصلہ تقریباً دوڑتے ہوئے طے کیا اگر چہ اسے پولیس والوں سے نفرت تھی اور وہ ان سے مدد لینا پسند نہیں کرتی تھی لیکن اس وقت اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا اپنے سے زیادہ اسے اپنے کنبے کی فکر تھی جب وہ گاؤں کی حدود میں واپس پہنچی تو رات گہری ہو چکی تھی اور

گلیاں و بازار سنسان پڑے تھے ہر طرف مکانوں کی چھتوں سے بہنے
والے پرنالوں کی پرشور آواز گونج رہی تھی لیکن کسی انسان کی آواز
سنائی نہیں دیتی تھی پھولن کا خیال تھا کہ اس کے گھر والے بے چینی کے
ساتھ اس کا انتظار کر رہے ہوں گے لیکن وہ سب گہری نیند سو رہے
تھے جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو پھولن نے دیکھا کہ ان کے مویشی
بارش میں کھڑے بھیگ رہے تھے ان میں سفید رنگ کی وہ گائے بھی
تھی جسے وہ بہت پسند کرتی تھی اگرچہ وہ بہت تھک چکی تھی اور بارش
کی وجہ سے اس کا برا حال تھا لیکن اس نے اندر جانے سے پہلے
سارے مویشیوں کو چھپر کے نیچے باندھا اور ان پر بوریاں ڈال دیں
کھٹ پٹ کی آواز سن کر مولا کی آنکھ کھل گئی اور جب اسے پتہ چلا کہ
باہر پھولن ہے تو اس نے دروازہ کھول دیا اور بولی پھولن تو آ گئی۔؟
یہ سارے مویشی بارش میں بھیگ رہے تھے پھولن اندر داخل ہو گئی کسی

نے ان کی پرواہ نہیں کی صبح تک سارے بیمار پڑ جاتے۔

ڈاکوؤں کے ڈر سے کوئی باہر نہ نکلے تھا تو جلدی سے کپڑے بدل لے

پولیس کو خبر کر آئی ہے۔

رپٹ تو لکھا دی ہے پھولن نے کہا اور کپڑے تبدیل کرنے لگی ٹھنڈی کی

وجہ سے اس کا بدن کپکپا رہا تھا پر پولیس بارش تھمنے کے بعد ہی آوے

گی۔

بھگوان خیر کرے گا اب تو سو جا۔

پھولن کونے میں رکھے ہوئے بستر پر لیٹ گئی موالا نے اس کے اوپر

چادر اور چادر کے اوپر میلے کپڑے ڈال دیئے بولی اگر کچھ گڑبڑ ہو تو

اٹھنا مت ادھر ہی پڑی رہنا۔.........

پھولن کچھ نہیں بولی وہ یہی امید کر رہی تھی کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی وہ

پولیس اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں بہت تکلیف اٹھا چکی تھی اور اب مزید

ذلت برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی تھوڑی دیر بعد اس پر نیند غالب آ گئی

تقریباً دو گھنٹے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی آدھی رات کے وقت دروازے پر کون تھا؟ دستک دوبارہ سنائی دی سب کی آنکھ کھل گئی لیکن کوئی اپنے بستر سے باہر نہیں نکلا لمحہ بھر کے بعد باہر سے سرپنچ کے ملازم کی آواز ابھری وہ دروازہ کھولنے کے لئے کہہ رہا تھا یہ وہی ملازم تھا جس نے ڈاکوؤں کی آمد کی خبر دی تھی پھولن اور اس کا چھوٹا بھائی پہلے کمرے میں سوئے ہوئے تھے اور ان کے ماں باپ دوسرے کمرے میں تھے پھولن کے چھوٹے بھائی شیوزائن نے ملازم کی آواز سنی تو اٹھ کر دروازہ کھول دیا اس کے ساتھ ہی کوئی شخص اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا اندر داخل ہو گیا اس کے پیچھے تین آدمی اور تھے وہ بھی اندر داخل ہو گئے شیوزائن کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی وہ سمجھ گیا

کر اندر داخل ہونے والے ڈاکو تھے ایک ڈاکو نے اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور بولا پھولن دیوی کدھر ہے۔؟

شیوزائن دہشت کی وجہ سے چیخنے لگا۔

پھولن دیوی، ڈاکو نے بلند آواز میں کہا باہر نکل آ یا ہم تجھے لینے آئے ہیں۔

کپڑوں کے نیچے دبکی ہوئی پھولن دیوی یہ آوازیں پہچان لیں وہ بابو گجر اور شری رام ملاح کی آوازیں تھیں وہ اپنی جگہ پر ساکت ہوگئی ڈاکوں نے ٹارچ روشن کی اور کمرے میں سرسری نظر ڈالنے کے بعد دوسرے دروازے سے نکل کر درمیانی کمرے میں چلے گئے کسی نے کپڑوں کے ڈھیر کے نیچے نہیں دیکھا دوسرے کمرے میں انہوں نے دیودین اور موالا کو بستروں سے کھینچ کر باہر نکالا۔

او بڈھے شری رام ملاح نے دیودین کو دھکا دیا کدھر ہے تیری چھوکری؟

کس کونے میں چھپا رکھا ہے تو نے اسے۔؟

دوسرے دو ڈاکو سامان کو الٹنے پلٹنے لگے انہوں نے بستر اٹھا کر باہر پھینک دیئے چارپائیاں الٹ دیں پھر یہی کام تیسرے کمرے میں بھی کیا۔

بولتا کیوں نہیں بڈھے بابو گجر نے کہا پھولن دیوی کہاں ہے؟

دیودین تھر تھر کانپتا ہوا بولا نہیں تھی جی۔!

یہاں کہاں ہے ان دیواروں کے اندر یا اس فرش کے نیچے تو بول بڑھیا کہاں ہے تیری لاڈلی؟

مجھے کچھ نہیں معلوم ہے جی رات کو گھر میں تھی۔

ایک ڈاکو بولا کسی سے ملنے چلی گئی ہوگی اس بڈھے کو لے چلو خود ہی پیچھے چلی آئے گی۔

اس بڈھے بیل کو کہاں ساتھ لئے پھریں گے وکرم ملاح بولا نہیں بتاتا

تو گولی مار دو اس کو بول نہیں تو ابھی تیرے پیٹ میں سوراخ کر دوں گا۔

وکرم ملہوترا نے رائفل سیدھی کی تو دیو دین ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔

بابو گجر شیو نرائن کی طرف دیکھتا ہوا بولا اس چھوکرے کو ساتھ لے چلو۔

ادھر کپڑوں کے نیچے دبکی ہوئی پھولن دیوی بھگوان سے یہ پرارتھنا کر رہی تھی کہ جلدی سے پولیس یہاں پہنچ جائے لیکن حقیقت یہ تھی کہ ڈیوٹی آفیسر نے پھولن کی رپورٹ کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا ایک بے حیثیت ہریجن لڑکی کی رپورٹ کی اہمیت کیا تھی پولیس ایک غریب گاؤں کے لئے آدھی رات کے وقت اپنا آرام قربان کرنے پہ تیار نہیں تھی۔

دوسری بات یہ تھی کہ ڈاکوؤں نے اپنے چند آدمیوں کو گاؤں میں داخل ہونے والے راستوں پہ متعین کر رکھا تھا اگر کوئی پولیس پارٹی گاؤں

کی طرف آتی دکھائی دیتی تو وہ مخصوص سگنل کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو خبر دار کر دیتے۔

بابو گجر نے دس گیارہ سالہ شیونرائن کو بازو سے پکڑ لیا اور اسے گھسیٹتا ہوا باہر لے چلا لڑکے نے دوبارہ چیخنا شروع کر دیا لیکن اس کے ماں باپ تو کجا سانس بھی آہستہ آہستہ لے رہے تھے انہیں معلوم تھا کہ ان ڈاکوؤں کی نظر میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں تھی ان کے جی میں آتا تو ایک منٹ کے اندر پورے خاندان کو چھلنی کر کے رکھ دیتے۔

وکرم ملاح دیودین سے مخاطب ہو کر بولا ان بڈھے پھوٹوں کو ایک گھنٹے کے اندر اندر ہمارے ڈیرے پر پہنچا دینا ورنہ پھر آ کر اس چھوکرے کی لاش لے جانا۔

ماں مجھے بچا لو۔ شیونرائن چلا رہا تھا ماں مجھے روک لو میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گا مجھے روک لو میں نہیں جاؤں گا یہ لوگ مجھے مار

ڈالیں گے۔

اوئے چپ کر بابو گجر گرجا نہیں تو ادھر ہی گولی مار دوں گا۔

تب پھولن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا وہ کپڑوں کے نیچے سے نکل آئی

اور بولی بابو گجر اس معصوم کو چھوڑ دے اس نے تیرا کچھ نہیں بگاڑا اس

پر کیوں ظلم کرے ہے۔

بابو گجر نے شیو نرائن کو چھوڑ دیا اور شعلہ فشاں نظروں سے پھولن کی

طرف دیکھنے لگا..........

پھولن دیوی آگے بڑھتے ہوئی بولی مجھے لینے آئے تھے نا تو میں آ گئی

ہوں۔

شیو نرائن دوڑ کر پھولن سے لپٹ گیا وکرم ملاح نے اسے بازو سے پکڑ

کر اپنی طرف کھینچا اور پھر دھکا دے کر زمین پر گرا دیا۔

بابو گجر بولا تو کہاں چھپی تھی۔؟

وکرم مارج نے پھولن کو دھکا دیا پھر بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔ چل
ہمارے ساتھ کوئی اگر مگر کی تو یہیں پر تیری ناک کاٹ دوں گا۔
دھکے کیوں دیتے ہو پھولن نے کہا میں تو خود ہی چل رہی ہوں۔
بارش تھم چکی تھی ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی مسلسل بہنے والے
پرنالوں کا شور بھی معدوم ہو چکا تھا پھولن نے آخری بار گھر پر نظر ڈالی
جو تاریکی اور سناٹے میں لپٹا ہوا تھا ماں باپ شادی کے وقت آہوں
اور آنسوؤں کے درمیان اپنی بیٹی کو رخصت کرتے ہیں لیکن وہ عجیب
رخصتی تھی کہ کسی کے سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی
پھولن کو معلوم تھا کہ اس کے ماں باپ تاریک دروازے میں کھڑے
تھے لیکن دہشت نے ان کی زبانیں گنگ کر دی تھیں وہ خاموش
تماشائی کی طرح بیٹی کی رخصتی کا منظر دیکھ رہے تھے اور پھولن حسرت
سے اپنے گھر کو دیکھ رہی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ شاید اب کبھی اس گھر

میں لوٹ کے نہیں آ سکے گی۔ اس نے سرپنچ کے ملازم کو ایک تاریک گوشے میں کھڑے دیکھا وہ صبح ہونے سے پہلے گاؤں میں یہ خبر پھیلا دے گا کہ پھولن اپنی مرضی سے ڈاکوؤں کے ساتھ چلی گئی ہے اور پھولن خوب جانتی تھی کہ گاؤں والے اس جھوٹ کو فوراً قبول کرلیں گے کیونکہ وہ اس کے بارے میں ہمیشہ کسی بری خبر کے منتظر رہتے تھے گاؤں کی گلیوں میں سکوت مرگ طاری تھا حالانکہ زیادہ لوگ جاگ چکے تھے اور تاریک کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے کچھ دور جانے کے بعد پھولن کے کانوں میں رونے اور واویلا کرنے کی آوازیں آئیں وہ آوازیں اس کے لئے اجنبی نہیں تھیں کیونکہ وہ اس کے گھر سے آ رہی تھیں ڈاکو اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے ہوئے چل رہے تھے اگر وہ ادھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کرتی تو اسے دھکے کھانے پڑتے۔ چند منٹوں کے اندر ڈاکو اسے لئے ہوئے دریا کے کنارے پہنچ گئے

وہاں ایک کشتی ان کی منتظر تھی کشتی کے قریب پہنچ کر بابو گجر نے پھولن کو دھکا دیا اور کشتی میں بیٹھنے کا حکم دیا۔

ایک ڈاکو نے کہا............ سردار تمہارا پروگرام تو کچھ اور تھا......

پروگرام ان کا یہ تھا کہ وہ پہلے پھولن کی ناک کاٹیں گے اور پھر اسے قتل کر کے لاش دریا میں پھینک دیں گے۔

ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے بابو گجر پرخیال لہجے میں بولا میں چھوکری سے کچھ خدمت کروانی ہیں۔

وکرم ملاح نے دبی زبان میں احتجاج کیا بوا خدمت کا حق تو میرا ہے کیونکہ اغوا کی تجویز میری تھی۔

کشتی ہولے ہولے دوسرے ساحل کی طرف بڑھنے لگی!

یہ شیر کا شکار ہے وکرم۔ بابو گجر نے کہا اس پر نظر مت لگا۔

شیر کے دوست بھی شیر ہوتے ہیں بابو گجر تو شیر ہے تو ہم بھی تیرے

جن ہیں تو ہمارا خیال نہیں رکھے گا تو اور کون رکھے گا۔

فکر مت کر سب ٹھیک ہو جائے گا مگر استاد سے آگے نکلنے کی کوشش

مت کر۔

پھولن چپ چاپ بیٹھی ان کی بحث سن رہی تھی اس کے آنسو خشک ہو

چکے تھے اور آنکھوں میں امید کی کوئی کرن باقی.........نہیں تھی اس

کی کیفیت اس شخص کی سی تھی جسے تختہ دار کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔

کشتی دوسرے کنارے پر پہنچی تو سب باہر آ گئے کسی نے پھولن کو دھکا

دیا اور اسے چلنے کا حکم دیا۔

ان کا ڈیرہ سامنے ہی تھا وہاں موجود ڈاکو انہیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے

اور پھولن پر فقرے چست کرنے لگے بابو گجر پھولن کو ایک چھوٹے

سے شامیانے کے اندر دھکیل کر لے گیا وکرم ملاح جو اندر سے جل کھا

رہا تھا بولا آج یہ چھوکری اس خیمے میں رہے گی۔

تو چھوکری کی فکر مت کرو کرم بابو گجر نے کہا اس کے رہنے کا بندوبست

بھی ہو جائے گا تو اپنی فکر کر۔

وکرم کچھ دیر چپ رہا پھر بولا میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے چل دینا

چاہیے۔

ہم رات یہیں گزاریں گے بابو گجر نے کہا موسم اچھا نہیں ہے کل صبح

یہاں سے روانہ ہوں گے۔

میں اس چھوکری کی وجہ سے پریشان ہوں ایسا نہ ہو کہ گاؤں والے

پولیس کو بلا لائیں ہمارے مخبر گاؤں میں موجود ہیں اگر پولیس آئی تو

ہمیں اطلاع مل جائے گی۔

یہ لڑکی بہت خطرناک ہے بابو وکرم ملات نے کہا یہ ایک دفعہ پہلے بھی

ہاتھوں سے نکل کر جا چکی ہے ایسا نہ ہو کہ یہ اس دفعہ بھی نکل بھاگے اور

پولیس کو ہمارے ڈیرے کے بارے میں بتا دے۔

ایک ڈاکو بولا مجھے گاؤں کے ایک آدمی سے پتہ چلا ہے کہ یہ تھانے میں رپٹ لکھا آئی ہے۔

بابو گجر پھولن کی طرف گھوما بولا کیوں ری کیا یہ سچ ہے؟

میں تو کہیں نہیں گئی پھولن نے جواب دیا گھر میں پڑی سو رہی تھی اتنی بارش میں کیسے باہر نکلتی۔

یہ جھوٹ بولتی ہے ڈاکو نے کہا خبر دینے والا بھروسے کا آدمی ہے جھوٹ نہیں بول سکتا اس کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اسے آتے جاتے دیکھا تھا یہ چھوکری تو آفت ہے۔ ایسی تیز بارش میں تو کوئی سورما بھی باہر نہ نکل سکے۔

بابو گجر نے پھولن کی پیٹھ پر بڑے غصے سے ہاتھ مارا کیوں ری کمینی جھوٹ بولتی ہے کس باپ کے پاس گئی تھی رپٹ لکھانے؟

پھولن کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا بولی۔ تیرے باپ کے پاس گئی تھی۔

یہ سن کر بابو گجر نے پھولن کے منہ پر تھپڑ مار اجرامزادی بولتی بھی ہے۔
پھولن چکرا گئی بابو گجر نے قہقہہ لگایا اس کے ساتھی بھی قہقہے میں شامل
ہو گئے لیکن وکرم ملاح نہیں ہنسا۔
بابو یا تو اسے ختم کردو اور یا پھر ایک طرف بیٹھی رہنے دو اس نے کہا اس
پر ہاتھ اٹھانے کا کیا فائدہ۔
بابو گجر نے وکرم کو گھورا بڑی ہمدردی ہے تجھے اس سے۔
عورت پر ہاتھ اٹھانا ہماری شان کے خلاف ہے۔
وکرم ملاح عورت کی سرعام تذلیل پسند نہیں کرتا تھا۔
تو کسی مندر میں چلا جا بابو گجر نے وکرم ملاح سے کہا مجھے بزدل لوگ
پسند نہیں ہیں۔
اس میں بزدلی کی کوئی بات نہیں وکرم ملاح نے کہا میں تو صرف یہ کہنا
چاہتا ہوں کہ اس چھوکری کو مارنا کوئی بہادری نہیں ہے۔

مجھے دھوکا دے کر بھاگ گئی تھی بابو گجر پھولن کا بازو مروڑتا ہوا بولا میں

اسے تھوڑا سا سبق سکھانا چاہتا ہوں تاکہ یہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے

پھولن نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بابو گجر کے بازو پہ

کاٹ لیا بابو گجر نے اسے زمین پر گرا دیا پھولن چیختی ہوئی اٹھی اور بابو

گجر کے چہرے پر ناخنوں سے حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی

اور کولہے پر پڑنے والی لات کی وجہ سے دوہری ہوگئی لیکن پیچھے نہیں

ہٹی اور ڈاکوؤں کے سردار پہ مکے برسانے لگی قوی الجثہ بابو گجر پر ان

مکوں کا کوئی اثر نہ ہوا وہ قہقہے لگانے لگا یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی

مزاحمت سے محظوظ ہو رہا تھا دوسرے ڈاکو بھی اس وحشیانہ کھیل سے

لطف اندوز ہو رہے تھے بابو گجر نے ٹانگ اڑا کر پھولن کو گرانے کی

کوشش کی تو خود بھی ساتھ ہی لڑھک گیا دونوں گیلی زمین پر لوٹ

پوٹ ہو گئے۔

وکرم مارچ اٹھ کر پرے چلا گیا۔

وہ انسانیت سوز کھیل بہت دیر تک جاری رہا پھولن کی چیخیں اور ڈاکوؤں کے قہقہے جنگل کے سناٹے میں گونجتے رہے تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد وہ کھیل ختم ہو گیا پھولن کی چیخیں سسکیوں میں تبدیل ہو چکی تھیں اور وہ اپنی روح کے تاروں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔!

بابو گجر نے اسے ایک آخری لات رسید کی اور کہا اس دفعہ اگر تو بھاگ گئی تو میں تیرے چھوٹے بھائی کو قتل کر دوں گا۔

یہ اس تین روز وحشت کا پہلا دن تھا جو پھولن دیوی کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی بعض لوگ جس کام کو ایک دفعہ کر لیتے ہیں وہ ان کے معمولات میں شامل ہو جاتا ہے بابو گجر بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھا اس نے پھولن کے ساتھ اگلے دن بھی وہی سلوک کیا جو اس نے پہلے دن کیا تھا اگلے روز اس نے اپنے جتھے کو کوچ کا حکم دیا تو دو آدمیوں کو

پھولن کی نگرانی پر مامور کر دیا وہ ایک منٹ کے لئے بھی ان کی نظروں

سے اوجھل نہیں ہو سکتی تھی۔

وکرم مدات کو یہ صورت حال پسند نہیں تھی اور وہ بابو گجر کو سمجھانے کا کوئی

موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ جنگلی لوگ اخلاق کے کسی پیمانے

کو تسلیم نہیں کرتے جو چیز انہیں اچھی لگتی ہے اسے وہ کسی قیمت پر

چھوڑنا پسند نہیں کرتے اور بعض اوقات مخالف کرنے والے کو قتل تک

کر ڈالتے ہیں۔

بابو گجر! تم نے امرت لعل کا نام ضرور سنا ہو گا وکرم نے بابو گجر کو سمجھاتے

ہوئے کہا وہ بھی انہی جنگلوں کا شیر تھا اور بڑے دبدبے کا مالک تھا

بڑے بڑے سورما اس کا نام سن کر کانپتے تھے لیکن وہ ایک عورت کی

وجہ سے مر گیا۔

بابو گجر آنکھیں نکالتا ہوا بولا! کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو وکرم۔؟

صرف سمجھا رہا ہوں وکرم ملا ت نے کہا امرت لعل کو اس کے گروہ کے ایک آدمی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا اور یہ قتل ایک عورت کی وجہ سے ہوا تھا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو۔؟

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس لڑکی کو تم جو سب کے سامنے ذلیل کرتے ہو یہ اچھا نہیں کرتے مجھے ڈر ہے کہ اپنے ہی آدمیوں میں سے کوئی تمہارے خلاف نہ ہو جائے۔

کسی اور کا تو مجھے پتہ نہیں پر تم ضرور میرے خلاف ہوتے جا رہے ہو۔

دیکھو بابو میں تمہارا دوست ہوں اور دوست وہ ہوتا ہے جو دوست کو خطرے سے آگاہ کرے اور غلط کام سے روکے۔

بابو گجر قہقہہ لگاتا ہوا بولا پھر تو مجھے بھی دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے خطرے سے آگاہ کر دینا چاہیے تو سنو میرے راستے میں آنے کی

کوشش مت کرو میں صاف راستے پر چلنے کا عادی ہوں سمجھے۔؟

وکرم خاموش ہو گیا وہ سمجھ گیا کہ بابو گجر سننے اور سمجھنے کی حدود سے دور جا

چکا ہے تیسرے روز انہوں نے گھاٹیوں میں ایک مقام پر رات

گزارنے کے لئے ڈیرہ ڈالا رات کے کھانے کے بعد بابو گجر نے

حسب معمول پھولن دیوی کے ساتھ ظالمانہ سلوک شروع کر دیا وکرم

ملاح کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا وہ اس کھیل کو ختم کرنے کا فیصلہ کر

چکا تھا وہ بابو گجر کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور اس سے کہا کہ وہ پھولن

پر ظلم کرنے سے باز آ جائے۔

ظلم.............بابو گجر نے قہقہہ لگایا ابھی تک تو میں نے ظلم نہیں کیا

لیکن آج میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ظلم کیا ہے اس نے اپنی چہرے کی

بیلٹ اتاری اور پھولن کی طرف بڑھا..............!

وکرم ملاح اپنی رائفل بلند کرتے ہوئے بولا بابو اس سے آگے ایک

قدم بھی نہ اٹھانا۔

بابو گجر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور وہ تیزی سے اپنی رائفل کی طرف بڑھا اور یہی اس کی غلطی تھی وکرم نے اپنی رائفل کی لبلبی دبا دی اور ایک ہی گولی سے بابو گجر کو ٹھنڈا کر دیا یہ دیکھ کر بابو گجر کے دو ساتھیوں نے اپنی رائفلیں بلند کر لیں لیکن وکرم ملاّ نے ان دونوں کو بھی شوٹ کر دیا باقی ڈاکو کچھ نہیں بولے۔

اور کون ہے اس لاش کا حمایتی ؟ وکرم چلایا عورت کو تماشا بنانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے آج سے میں تم لوگوں کا سردار ہوں جس کو میری سرداری منظور نہ ہو وہ اپنا راستہ لے میں کسی کو مجبور نہیں کروں گا یہ خوشی کا سودا ہے۔

ہم تمہارے ساتھ ہیں شنکر نے کہا ہمیں بھی بابو گجر کی حرکتیں پسند نہیں تھیں۔

وکرم مارت پھولن کے سامنے گیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا بولا پھولن دیوی! آج سے تم میری ہو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔

پھولن طنزیہ لہجہ میں بولی۔ مال مویشیوں کو بھلا کیا اعتراض ہو سکے ہے اب تو انسانوں کی طرح رہے گی وکرم نے اسے یقین دلایا جیسے ہم رہتے ہیں تو بھی ویسے ہی رہے گی کیا تجھے اس جنگلی کی موت کی خوشی نہیں ہوئی۔؟

ایک جنگلی کی موت سے کیا فرق پڑے ہے پھولن نے کہا۔

مجھے اب تک سب ایسے ملے ہیں جانور، جنگلی، وحشی!

اپنی اپنی قسمت کی بات ہے وکرم نے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کو لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں ہدایات دینے لگا۔

وکرم مارت نے بابو گجر کو قتل کر کے جس گروہ کی قیادت سنبھال لی تھی اس کے اصل لیڈر رودو ٹھاکر بھائی تھے جو ایک ڈکیتی کے جرم میں جیل

کاٹ رہے تھے ان کے نام سری رام اور لالہ رام سنگھ تھے ان دونوں کو وادی چنبل کے قصائی کہا جاتا ہے یہ اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے لیکن جب وہ گرفتار ہوئے تو پولیس ان پر سوائے چوری کے کوئی الزامات ثابت نہ کر سکی کیونکہ مقتولین کے ورثا ان کے خلاف زبان کھولتے ہوئے خوف کھاتے تھے یہ دونوں بھائی جس راستے سے گزرتے اس راستے پر تباہی اور بربادی کی داستانیں چھوڑ جاتے وادی چنبل اور بندیل کھنڈ کے ڈاکو بھی ان سے ڈرتے اور ان کے راستے میں آنے سے گریز کرتے وکرم ملاح کے ہاتھوں ہلاک ہونے والا بابو گجر ان کا نائب تھا اور قائم مقام سردار کی حیثیت سے کام کر رہا تھا جب جیل میں انہیں بابو گجر کے قتل کی اطلاع ملی تو دونوں سخت برافروختہ ہوئے۔

سری رام غصے کا اظہار کرتا ہوا بولا یہ بھنگی کی اولاد شودر بچہ، وکرم ملاح تو

ہماری جوتیاں سیدھی کیا کرتا تھا آج یہ ہماری گدی پر بیٹھ گیا ہے۔

جب کتے کی موت آتی ہے تو وہ مالک کی طرف منہ کر کے بھونکنے لگتا ہے لالہ رام نے کہا جیل سے چھوٹنے کے بعد اس کی بوٹیاں چیلوں کو ڈالیں گے۔

معمولی اچکا ہے۔ سری رام نے کہا ہمارے لئے مخبری کیا کرتا تھا ہم نے اس پر ترس کھا کر اپنے گروہ میں شامل کر لیا تو اس کا دماغ خراب ہو گیا۔

برتن دھونا اور سامان اٹھانا اس کا کام تھا اس نے رائفل اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے اور سنا ہے کہ اس نے ایک عورت بھی رکھی ہوئی ہے۔

اس کا نام پھولن دیوی ہے سری رام سنگھ نے کہا اور یہ بھی نیچ ذات سے تعلق رکھتی ہے میرا بس چلے تو میں جیل کی دیوار توڑ کر نکل جاؤں اور

دونوں کی کھال کھینچ لوں۔

وہ شودر عورت کو نالی کا کیڑا اور بدشگونی کی علامت سمجھتے تھے شودروں سے نفرت ان کے خون میں شامل تھی اور یہ نفرت نسل در نسل چلی آ رہی تھی وہ شودر کی برابری کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

بابو گجر کی موت کے بعد وکرم ملاتے نے پھولن کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور چند روز کے اندر پھولن کو وہ ماحول اور وہ زندگی اچھی لگنے لگی بابو کی موت کے بعد اس کے بھائی کے اغوا کا خطرہ ٹل گیا تھا اور اگر وہ چاہتی تو اپنے گھر جا سکتی تھی کیونکہ وکرم ملاتے نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی اسکے سامنے فرار کے بیسوں مواقع تھے مگر وہ نہیں گئی وکرم ملاتے کی سرپرستی میں اس نے تحفظ محسوس کیا اس کی خاطر وکرم نے تین آدمی قتل کئے تھے گاؤں میں اس کے لئے ذلت و رسوائی کے سوا کیا ہے اس کا بوڑھا باپ اسے تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہا تھا

لہٰذا اس نے بڑے لوگوں کے درمیان عزت محسوس کی اور انہی کو اپنا کنبہ سمجھنا شروع کر دیا ان ڈاکوؤں میں زیادہ تر شادی شدہ تھے اور اکثر اپنے بیوی بچوں سے ملتے رہتے تھے گو کہ یہ ایک خطرے کی بات تھی یہ لوگ کثیر العیال خاندانوں کے افراد تھے اور ان کے گاؤں گھاٹیوں کے ارد گرد چھ میل کے دائرے میں پھیلے ہوئے تھے وہ غریب خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی پرورش سخت حالات میں ہوئی تھی تقریباً سبھی کو یہ شکایت تھی کہ ان کے باپ ان سے سختی کیا کرتے تھے اگرچہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر ان کی پٹائی ہو جاتی تھی تاہم ان کے والدین نے ان کی تعلیم اور تربیت کی کبھی پرواہ نہیں کی تھی نہ ہی ان کے وسائل اور حالات اس بات کی اجازت دیتے تھے۔

یہ جرائم پیشہ لوگ پھولن دیوی کو اچھے لگنے لگے کیونکہ ان کے درمیان وہ خود کو مضبوط اور بے خطر محسوس کرتی تھی پھر وہ اس کی عزت بھی

کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے سرداری منظور نظر تھی وکرم نے اسے جنگل

کی زندگی کے طور طریقے بھی سمجھانے شروع کر دیئے تھے۔

ایک شام جب الاؤ کے گرد بیٹھے کھا پی رہے تھے تو وکرم ملاح نے

پھولن کو بتایا کہ وہ واقعی اس کی ناک کاٹنا چاہتا تھا۔

کیوں رے۔ پھولن نے کہا تو میری ناک کیوں کاٹنا چاہے تھا میں

نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔؟

اس لئے کہ مجھے تجھ سے محبت ہوگئی تھی وکرم نے کہا بہت محبت ہو

جاوے تو ناک کاٹ لیویں۔؟ مجھے تیرے پہ بہت غصہ تھا وکرم نے کہا

میں تو سمجھا تھا کہ تو میرے پاس آئی ہے پر تو پکے ہوئے آم کی طرح

بابو گجر کی جھولی میں جا گری۔

لو یہ اچھی بات کرو ہو میں نہ تیرے پاس آئی تھی اور نہ اس سور گجر کے

پاس مجھے تو سر چھپانے کے لئے ٹھکانے کی ضرورت تھی کیلاش نے

مجھے ادھر بھیجا میں چلی آئی اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ مجھے جنگلیوں کے بیچ

بھیج رہا ہے تو میں کبھی یہاں نہ آتی۔

وکرم پر خیال لہجے میں بولا کیلاش نے تیرے بارے میں جو کچھ بتایا تھا

اسے سن کر میں تیرا دیوانہ ہو گیا تھا۔

یہ سن کر پھولن کو کیلاش پر بہت غصہ آیا وہ اس کا شوہر ہونے کے باوجود

ایسی باتیں کرتا پھرتا تھا پر اس نے اپنے غصے کو ظاہر نہیں کیا۔

وکرم ملاح بات جاری رکھتا ہوا بولا جب میں نے گوبانی میں پہلی بار

تجھے دیکھا تھا تو اسی وقت دل ہار بیٹھا تھا میرا خیال تھا کہ تو بھی میرے

لئے ایسا ہی محسوس کرتی ہے۔

پھولن بگڑ کر بولی۔ پرائی بیوی کو ایسی نظروں سے دیکھ کر تجھے شرم نہ آئی

جب تو کیلاش کی بیوی کہاں تھی اس نے یہی بتایا تھا کہ تو اس کی

دوست ہے چل اور کچھ نہیں تو میں تیرے دوست کا دوست تو تھا ہی

لیکن تو نے آنکھ اٹھا کر بھی میری طرف نہ دیکھا تھا اگر بابو گجر گڑ بڑ نہ کرتا تو اس برسات کی رات میں ضرور تیری ناک کاٹ ڈالتا پر یہ اچھا ہی ہوا۔

کیا اچھا ہوا؟

یہی کہ گجر نے تجھے میرے حوالے نہیں کیا ورنہ میں بہت غصے میں تھا اور ضرور تیری ناک کاٹ دیتا۔

اور پھر بھی تو اپنے کو سورما سمجھے ہے ایک مجبور عورت کی ناک کاٹنا کون سا مشکل کام ہے یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کسی بلی کی دم کاٹ دی جائے۔

غیرت بھی تو کوئی چیز ہووے ہے۔

پھولن وکرم کی ناک پکڑتی ہوئی بولی کیا ساری عزت ناک کے اندر ہی ہووے ہے؟

وکرم نے قہقہہ لگایا لیکن پھولن دیوی سنجیدہ رہی۔

جس الاؤ کے گرد وہ بیٹھے ہوئے تھے اس کے اوپر ایک موٹے کپڑے کی چادر تنی ہوئی تھی پھولن اس چادر کو دیکھتی ہوئی بولی یہ چادر کیوں اوپر تان رکھی ہے۔

بات یہ ہے کہ پولیس ہر وقت ہماری تاک میں رہتی ہے وکرم نے کہا اگر انہیں جنگل میں کہیں دھواں اٹھتا دکھائی دے گا تو وہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ دھویں والی جگہ پر کوئی انسان موجود ہے اور ان جنگلوں میں ڈاکوؤں کے سوا کوئی دوسرا انسان قدم نہیں رکھتا یہ چادر دھویں کو اوپر نہیں جانے دیتی۔

پھولن دلچسپی لیتی ہوئی بولی پولیس سے بچنے کے لئے تم لوگ اور کیا کچھ کرتے ہو؟

وکرم نے شک آلود نظروں سے اس کی طرف دیکھا کیوں؟ کیا ہماری مخبری کرنے کا ارادہ ہے۔؟

ہو مخبری کرنے کا کیا فائدہ پولیس والے تو تم لوگوں سے بھی برے

ہو ویں ہیں۔

کیا تو ہم کو برا سمجھتی ہے۔

میرے سمجھنے سے کیا ہووے کیا تم اپنے آپ کو اچھا سمجھو۔

اس سنسار میں کوئی بھی اچھا نہیں ہے وکرم نے کہا ہم تو برے ہیں اور

برے ہی نظر آتے ہیں پر زیادہ برے وہ ہیں جو من کے پاپی اور تن

کے اجلے ہیں اندر سے سانپ ہیں اور اوپر سے صاف نظر آتے ہیں

جگ کو فریب دیتے ہیں۔

﴿جاری ہے﴾